نقیبِ ختمِ نبوّت
ماہنامہ ملتان

ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ
اگست ۱۹۹۷ء

۸

دانش وری یا فکری آوارگی
(سید عطاء المحسن بخاری کا فکر انگیز کالم)

گوشۂ امیرِ شریعت

رئیس الاحرار سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ
کی
یادیں دلچسپ تحریریں

اسلام اور فلاحی ریاست کا تصور

"اخبار الاحرار"
ربوہ میں سالانہ سیرت کانفرنس
اور دیگر اجتماعات احرار میں قائدینِ احرار کا خطاب

"اعتراف"
مجلس احرارِ اسلام کی خدمات پر
مولانا اشرف علی تھانوی اور
مولانا محمد منظور نعمانی کے
نادر اور تاریخی مکاتیب

(جعفر بلوچ لاہور)

اللہ اکبر

کیا کیا ہیں اس کی قدرت کے مظہر
تخلیق اس کی کیا کیا ہیں پیکر
پاتال دھرتی آکاش ، امبر
میداں کہستاں ، صحرا، سمندر
اللہ اکبر، اللہ اکبر

افلاک اس کے آفاق اس کے
اشجار اس کے اوراق اس کے
آثار سارے براق اس کے
سورج، ستارے ، چاند اور گل تر
اللہ اکبر، اللہ اکبر

ارض و سما کی نوریں فضائیں
ہیں حرفِ کن کی رنگیں ادائیں
جس سمت دیکھیں جس سمت جائیں
پیش نظر ہیں جاں تاب منظر
اللہ اکبر ، اللہ اکبر

دن اور موسم گرداں ہیں پیہم
ہیں آگے پیچھے عید اور محرم
یہ نظم ہستی کیسا ہے محکم
ہے فکر حیراں اور عقل ششدر
اللہ اکبر، اللہ اکبر

کیا کیا سکندر سامانیاں تھیں
سیلِ انا کی طغیانیاں تھیں
فرعونیاں تھیں ہامانیاں تھیں
ٹوٹے ہیں جادو کیسے وہ یکسر
اللہ اکبر ، اللہ اکبر

جور و جفا کا کیا خوف ہم کو
رنج و بلا کا کیا خوف ہم کو
اب ماسوا کا کیا خوف ہم کو
وردِ زباں ہم رکھتے ہیں جعفر
اللہ اکبر ، اللہ اکبر

ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوّت ملتان

ربیع الثانی: ۱۴۱۸ھ
اگست: ۱۹۹۷ء
جلد ۸، شمارہ ۸ قیمت: ۱۲ روپے

* زرِ تعاون سالانہ اندرون ملک ۱۲۰ روپے بیرون ملک ۱۰۰۰ روپے پاکستانی *

مجلس ادارت

* زیرِ سرپرستی: حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ
* رئیس التحریر: سید عطاء المحسن بخاری
* مدیر مسئول: سید محمد کفیل بخاری

رفقاء فکر

- ابنِ امیرشریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ
- پروفیسرخالد شبیر احمد
- سیدخالد مسعود گیلانی
- مولانا محمد اسحٰق سلیمی
- مولانا محمد مغیرہ
- عبداللطیف خالد
- محمد عمرفاروق
- ابوسفیان تائب
- ساغراقبالی

رابطہ: دارِ بنی ہاشم، مہربان کالونی ملتان: فون: 511961

تحریک تحفظِ ختمِ نبوت (شعبۂ تبلیغ) مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

ناشر: سید محمد کفیل بخاری، طابع: تشکیل احمد اختر، مطبع: تشکیل نو پرنٹرز، مقام اشاعت: دارِ بنی ہاشم ملتان

آئینہ

دل کی بات: اداریہ — مدیر — ۳

قلم برداشتہ: دانش وری یا فکری آوارگی — سید عطاء المحسن بخاری — ۵

گوشہ امیر شریعت

حضرت ابی برد اللہ مضجعہ — سید عطاء المحسن بخاری — ۷

شاہ جی سے پہلی ملاقات — مولانا محمد عبد اللہ گورداس پوری — ۱۱

حیاتِ امیرِ شریعت کے چند قابلِ تقلید پہلو — مولانا مشتاق احمد — ۱۶

سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی قومی و دینی جدوجہد ایک جائزہ — میاں محمد الیاس — ۲۰

منظوم خراجِ تحسین (محترم احسان قادری) (سید کاشف گیلانی) (محمد سعید ضیاء) — ۲۷،۲۶،۲۵

مقالۂ خصوصی: اسلام اور فلاحی ریاست کا تصور — حافظ نجم الحق نجم — ۲۸

ردمرزائیت: احمدیہ موومنٹ، انگریز، یہودی تعلقات ترجمہ: ڈاکٹر سبطین لکھنوی — ۳۲

قادیانی جواب دیں — مولانا عبد الواحد مخدوم — ۴۰

نوادرات: شعبہ تبلیغ مجلسِ احرار اسلام کی خدمات کے اعتراف پر حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمہ اللہ اور حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے مکاتیب — ۴۶

حاصلِ مطالعہ: بھولی بسری باتیں: — ۴۹
مولانا فضلِ حق خیر آبادی اور مولانا رضی اللہ بدایونی رحمہ اللہ کا تذکرہ (علامہ محمد عبد اللہ)

طنز و مزاح: زبان میری ہے بات انکی — ساغر اقبالی — ۵۳

نظم: جوانمردی، (پروفیسر محمد اکرام تائب) غزل (جاوید لاہوری (قطعات) رئیس صدیقی — ۵۶،۵۵

اخبار الاحرار: ربوہ میں انیسویں سالانہ سیرت خاتم النبیین کانفرنس، چکڑالہ، راولپنڈی، میں — ۵۸
اجتماعاتِ احرار، سیالکوٹ میں ختمِ نبوت کانفرنس، ضلع وہاڑی میں
اجتماعاتِ احرار اور ملتان میں میلادِ مصطفیٰ کانفرنس سے احرار رہنماؤں کا خطاب

سر کلر: ____________ ۵۷

مسافرانِ عدم: ادارہ ____________ ۶۴

دل کی بات

"دینی مدارس .... دہشت گردی کے مراکز" الزام یا حقیقت؟

ہمارے حکمران آجکل دینی مدارس کے خلاف بہت برہم ہیں۔ وہ ملک میں ہونے والی فرقہ وارانہ دہشت گردی اور قتل وغارت گری کی تمام تر ذمہ داری پاکستان کے دینی مدارس پر عائد کر رہے ہیں۔ بعض وزراء کے بیانات سے دینی مدارس کو بند کرنے کا عندیہ بھی ملتا ہے۔

ہمیں افسوس ہے کہ اعیانِ حکومت موجودہ دہشت گردی کے اسباب و علل پر غور کرنے اور اسے ختم کرنے کی بجائے دینی مدارس پر اپنا غصہ نکال رہے ہیں۔ یہ طرزِ عمل حکومت کی بوکھلاہٹ اور ناکامی کے اعتراف کے غماز ہے۔

ہم انہی صفحات میں بارہا لکھ چکے ہیں کہ پاکستان میں فرقہ وارانہ کشیدگی کا اصل سبب انقلاب ایران کے توسیع پسندانہ عزائم ہیں۔ ایرانی انقلاب خالصتاً شیعی انقلاب تھا۔ جسے ایرانی قیادت نے نہ صرف پاکستان بلکہ تمام عالم اسلام پر مسلط کرنے کی کوشش کی۔ پاکستان اس کا خصوصی ہدف بنا۔ یہاں اہل تشیع کو ایران نے ہر ممکن تعاون اور امداد سے نوازا اور پھر ہماری حکومتیں ہمیشہ ایرانی دباؤ میں رہیں اور اہل تشیع کو ہمہ قسم کے تحفظات اور فوائد بہم پہنچاتی رہیں۔ نتیجۃً اہل سنت میں اپنے حقوق کے عدم تحفظ کا احساس پیدا ہوا جو فطری تھا۔

آج جس صورت حال سے ہم دوچار ہیں اس کی تمام تر ذمہ داری حکومت پر ہی عائد ہوتی ہے۔ فرقہ وارانہ قتل و غارت گری کے کسی ایک بھی واقعہ میں ملوث کسی مجرم کو سزا نہیں ملی۔ اسی کے ردّ عمل میں مسلح جدوجہد اور خود انتقامی کا جذبہ پیدا ہوا۔

دینی مدارس جو اپنی ضروریات لوگوں سے زکواۃ و صدقات اور خیرات و عطیات مانگ کر پوری کرتے ہیں وہ دہشت گردی جیسے بڑے اور سنگین جرم کے مرتکب نہیں ہوسکتے۔ اگر حکومتی دعویٰ کے مطابق کوئی ادارہ ایسی سرگرمیوں میں ملوث ہے تو اس نے دینی مدرسہ کا لبادہ اوڑھ رکھا ہے۔ وہ دینی مدرسہ نہیں ہے۔

جن مراکز میں اسلحہ کے ذخائر اور مسلح افراد موجود ہیں حکومت وہاں داخل ہونے سے قاصر اور خوفزدہ ہے خصوصاً ٹھوکر نیاز بیگ کا مرکز علی الاعلان حکومت کے لئے چیلنج بنا ہوا ہے۔ جامعہ المنتظر لاہور پر پولیس کے گرینڈ آپریشن کے نتیجے میں جو کچھ برآمد ہوا وہ حکومت کی سبکی کا باعث بنا۔ یہ سوال بھی انتظامی حلقوں میں گردش کر رہا ہے کہ آپریشن کی پیشگی اطلاع وہاں کس نے پہنچائی؟

حکومت دینی مدارس پر یلغار کرنے کی بجائے موجودہ دہشت گردی میں ملوث متحارب گروپوں سے مذاکرات کرکے انہیں اپنے اپنے حقوق کے اندر رہنے کا پابند کرے۔ اپنی غیر جانبداری کا ثبوت دے اور کسی بیرونی دباؤ کو قبول نہ کرے۔ اس سلسلہ میں ملک کی تمام دینی جماعتوں کو اعتماد میں لے کر سخت اقدامات کرے۔ اپنے ملک کے حالات اور مختلف مسالک کی عددی حیثیت کے مطابق ایک ضابطۂ اخلاق مرتب کرے اور اس پر فریقین کے دستخط کرائے۔ خصوصاً پاکستان میں اہل تشیع کو وہی حقوق حاصل ہوں جو ایران میں اہل سنت کو حاصل ہیں۔ اگر حکومت ایسا کرنے میں کامیاب ہوجاتی ہے تو ہم سمجھتے ہیں ملک میں یقیناً امن قائم ہوجائے گا۔

باقی رہی مدارس بند کرنے کی حکومتی خواہش تو یہ کبھی پوری نہیں ہوسکتی ہے۔ برصغیر میں انگریزی حکومت کا خاتمہ تو ہوگیا مگر دینی مدارس کو بند کرنے کی خواہش پوری نہ ہوسکی۔ یہ مدارس دین کے قلعے ہیں مدارس کے خلاف

حکومتی جنگ نئے مسائل کو جنم دے گی اور صورتِ حال بہتر ہونے کی بجائے مزید بگڑ جائے گی۔

زرعی ٹیکس ، کسان بچاؤ تحریک اور جماعت اسلامی :

پاکستان میں پہلی مرتبہ جاگیرداروں پر بھی ٹیکس عائد ہوا ہے۔ صورت حال یہ ہے کہ زرعی ٹیکس کی زد میں آنے والا طبقہ صرف ۱۷ فیصد ہے جبکہ ۸۳ فیصد کسان اس سے مستثنیٰ ہیں۔ جاگیرداروں کا یہی وہ مختصر گروہ ہے جو ہمیشہ اس ملک کے اقتدار پر قابض رہا ہے اور دونوں ہاتھوں سے ملک کو لوٹا ہے۔ لیکن آج یہ اپنے مفادات ملک پر قربان کرنے سے انکاری ہے۔ جو جاگیردار عشر ادا نہیں کرتا وہ زرعی ٹیکس کیونکر دے گا۔ پاکستان مسلمانوں کا ملک ضرور ہے اسلامی ملک نہیں۔ اگر یہاں اسلامی حکومت قائم ہوتی تو ان جاگیرداروں سے فصل پر عشر اور آمدن پر ٹیکس وصول کیا جاتا۔ حیرت اس بات کی ہے کہ جاگیردار بھی اپنے آپ کو "کسان" کہتا ہے۔ حالانکہ نہ یہ زمین خود کاشت کرتا ہے اور نہ اس کے لئے کوئی مشقت کرتا ہے۔ پھر "کسان بچاؤ تحریک" چلانے والے جاگیردار صدیوں سے کسانوں کا استحصال کر رہے ہیں۔ تحریک میں کتنا زور ہے اور کتنے لوگ اس کی حمایت میں سڑکوں پر نکلے ہیں یہ حقیقت واضح ہو چکی ہے۔ رہی سہی کسر جماعت اسلامی نے پوری کردی ہے۔ طرفہ تماشا یہ ہے کہ محترم قاضی حسین احمد صاحب جاگیرداری نظام کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کا دعویٰ بھی رکھتے ہیں۔ اور جاگیرداروں کے تحفظ کے لئے "کسان بچاؤ تحریک" کی حمایت بھی کر رہے ہیں۔ محترم قاضی صاحب ! آپ جاگیرداروں کی جتنی چاہیں حمایت کرلیں مگر یاد رکھیں نہ تو جاگیردار آپ پر اعتبار کرتا ہے اور نہ ہی آپ کے اقتدار کو پسند کرتا ہے۔ جس جمہوری اور انتخابی راستے سے آپ اقتدار میں آنا چاہتے ہیں آپ کی یہ خواہش کبھی پوری نہ ہوگی۔ انتقال اقتدار کے مرحلہ پر آپ کے حصہ میں صرف دعاء خیر ہی آئے گی...... اس لئے اپنا قبلہ درست کیجیئے اور صنعتکار اور جاگیردار کی اقتدار کی جنگ میں آپ شریک نہ ہوں.....مانو نہ مانو جان جہاں اختیار ہے

"متحدہ قومی موومنٹ" کا اعلان اور قادیانیوں کی حمایت؟ :

گزشتہ ماہ جناب الطاف حسین نے مہاجر قومی موومنٹ کو "متحدہ قومی موومنٹ" میں تبدیل کر کے سیاست کے قومی دھارے میں شریک ہونے کا مستحسن فیصلہ کیا ہے۔ اس موقع پر ان کی نشری مواصلاتی تقریر میں قادیانیوں کی حمایت کو ان کی لاعلمی قرار دیا جائے یا شعوری کوشش ؟ انہوں نے کہا کہ

" پاکستان میں اقلیتوں سے ناانصافی ہو رہی ہے خاص طور پر قادیانیوں پر بہت ظلم ہو رہا ہے "

جناب الطاف حسین کی خدمت میں گزارش ہے کہ مفکر پاکستان علامہ اقبال نے انہیں اسلام اور وطن کا غدار قرار دیا ہے۔ لیاقت علی خان سے لیکر ضیاء الحق کی شہادت تک انہی کی سازشیں کارفرما رہیں ہیں۔ قادیانی پاکستان میں اپنے طے شدہ حقوق سے زیادہ مراعات اور فوائد حاصل کر رہے ہیں ۔ برطانیہ اپنے اس چہیتے بچے کو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف استعمال کر رہا ہے۔ آئین پاکستان میں انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا مگر انہوں نے آج تک اس فیصلہ کو تسلیم نہیں کیا۔ جو ملت اسلامیہ کا متفقہ فیصلہ ہے۔ پاکستان میں ان پر کوئی ظلم نہیں ہو رہا اور نہ ہی ان کے ساتھ کوئی ناانصافی ہو رہی ہے۔ اس الزام کی آڑ میں وہ پوری دنیا میں پاکستان کو بدنام کر رہے ہیں۔

محترم الطاف حسین "متحدہ قومی موومنٹ" کے نام خوش نام سے قومی دھارے میں آئے ہیں تو ان قومی غداروں کی حمایت سے گریز کریں اور قوم کے متفقہ فیصلہ کی روشنی میں اپنے آئندہ سفر کا آغاز کریں۔ اور یاد رکھیں کہ جو طبقہ حضور ﷺ کا غدار ہے۔ وہ آپ کا وفادار کیسے ہو سکتا ہے؟ #

قلم بر داشتہ سید عطاء المحسن بخاری

دانش وری یا فکری آوارگی

"تم نہیں جانتے، وہ بہت بھلا اور سخی ہے، ابھی کل کی بات ہے، دو اور ساتھی میرے ساتھ تھے اور ہم تینوں کا نشہ بھوک نے ہرن کر دیا تھا۔ بھوک سے گال پچکے ہوئے، آنکھیں بلیک ہول بنی کسی سخی کا راستہ دیکھ رہی تھیں کہ اتنے میں وہ آ گیا جسے تم گالیوں سے نواز رہے تھے۔ وہ کون؟ وہی یار، اپنا دانشور، شاعر، ادیب، افسانہ نویس، ویری کلیور مین..... خالد، جو دوستوں کا دوست اور جاں نثار ہے۔ اس نے ہمیں کھانا کھلایا، پھل کھلایا اور انگور کی بیٹی سے ہماری تواضع کی، جی بہلایا، ہمیں خوش کیا۔ وہ بہت اچھا انسان ہے۔ اسکے بس میں جو کچھ ہو، وہ کر گزرتا ہے۔ ایک دفعہ میں بہت ٹوٹا ہوا تھا۔ مجھے کہنے لگا کیا بات ہے گلزار، آج تمہارا نت کھلا چہرہ چولستان کی طرح خشک ہے۔ میں نے بڑی بے تکلفی سے اسے کہا میں پیار کا بھوکا ہوں۔ آج میری بھوک چمک اٹھی ہے۔ ایسا بھلا آدمی اب کہاں ملے گا۔ اس نے پانچ سو روپے مجھے دیئے اور کہا شاہی مسجد کی اوٹ میں شاہی محلے چلے جاؤ اور اپنی بھوک مٹالو۔ پھر واپس آ کر اخبار کا کام جی لگا کر کرنا دیکھنا میری لاج رکھنا۔"

"ارے خالد کی بات ہو رہی ہے؟ وہ بڑا لجپال ہے۔ گزشتہ دنوں میں اور خالد، دونوں اکٹھے پی رہے تھے کہ اتنے میں کشور آ گئی۔ خالد نے میری حالت بھانپ لی اور مجھے کشور کے ساتھ چھوڑ کر چلا گیا۔ جانتے ہو کشور خالد کی فسٹ کزن ہے۔ یہ بڑی جان جوکھوں کا کام ہے ہر ایک کے بس کا روگ نہیں۔ یہ وہی ہے جو مشرقیت کی جڑ کاٹ سکتا ہے، جو ملائیت کی گرفت کو توڑ سکتا ہے۔"

"یہ حقیقت ہے۔ ابھی گزشتہ مہینے ایک مولوی کے ساتھ ہماری مڈبھیڑ ہو گئی۔ سیاسیات پر گفتگو کرتے کرتے مولوی صاحب نے ثقافت، کلچر، تہذیب کے الفاظ استعمال کئے تو خالد کے کان کھڑے ہوئے۔ ہولے سے میرے کان میں کہا "کل کلاں" میں نے مولوی صاحب کو ثقافت کی میز پر بٹھا دینا ہے۔ خالد نے انہیں "اواری" چلنے کی دعوت دیدی جو مولوی صاحب نے بڑی خوشی اور کھلی باچھوں کے ساتھ قبول فرمائی۔ شام کو مولوی صاحب کی کمبختی آئی اور انہوں نے اواری کا رخ کیا۔ میں، گلزار، خالد، نسیم، فضہ بیٹھے تھے۔ ایک کرسی پر مولوی صاحب ڈٹ گئے۔ گفتگو شروع ہوئی۔ مولوی صاحب چائے کی چسکی بھی لیتے اور ہونٹ پر زبان بھی پھیرتے۔ پردہ، حرام، حلال، شراب، سور کا گوشت، آوارگی، نظر بازی، مخلوط محفلیں، عورت کی آزادی، عورت کی پسند، عورت کی خواہشات، اسکی نفسیات، اسکی حسیات، اسکی مابعد الطبیعاتی حالتیں، جنسی جذبہ کی تسکین....... غرض تمام موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی۔ فضہ نے کہا مولوی صاحب! میں بھی گستاخی کرنا چاہتی ہوں۔ آخر آپ عورت کو حبسِ دوام میں رکھ کے ہی خوش ہیں، بھلا کیوں؟ مولوی

صاحب فضہ کو دیکھتے ہی رہے اور کچھ ایسے کھوئے کہ انہیں جواب کی نہ سوجھی۔ اتنے میں سہیل آگیا۔ ہم سب کھڑے ہوگئے مگر مولوی صاحب اپنی کرسی سے چپک کر رہ گئے"

یہ الفاظ و تراکیب مشتے نمونہ از خروارے قارئین کی نظر انصاف کی نذر ہیں اور قارئین کرام سے سوال ہے کہ ایسے لوگوں کو صالحین کہا جائیگا یا فاسقین؟ اور اگر یہ بھی صالح اور معصوم ہیں تو فاجر و خبیث کون ہوتا ہے؟ ہمارے دین نے اعمال کی بنیاد پر ہمیں مختلف ناموں سے موسوم کیا ہے۔ وہ عورتیں جو اللہ کے رسول ﷺ کے احکام کی پیروی کریں گی انہیں قانتات، عابدات، صالحات کے پاکیزہ ناموں سے قرآن میں اور تمام اسلامی لٹریچر میں یاد کیا جاتا ہے۔ معاشرے پر ان کی سیرت کی تصویریں سجائی جاتی ہیں اور ان کی ادائیں اور رویئے انسانی سیرتوں کے اصول بنائے جاتے ہیں۔ جو مرد اللہ کے رسول ﷺ کی سیرت طیبہ کو اپناتے، ان سے اپنی زندگی میں روشنی پیدا کرتے اور اپنے اعمال کو اجالتے ہیں انہیں صالحین اور عابدین کے مبارک ناموں سے ہمیشہ کے لئے یاد رکھا اور ان کی حسین یادوں سے دلوں کو سجایا جاتا ہے۔ قومیں ایسی شخصیات پر فخر کرتی ہیں۔ ایسے افراد جو جھوٹ، سود، شراب ناب، بازار گناہ، اور ناچ گانا کے دلدادہ و خوگر اور نماز و روزہ کی دینی قدروں کے نہ صرف منکر بلکہ انہیں دھتکارنے والے ہوں انہیں قومی ہیروز نہیں کہا جاتا، انہیں قابل فخر یا قابل ذکر شخصیات میں شمار نہیں کیا جاتا بلکہ انہیں قومی مجرم کہا جاتا ہے۔ اب اگر ایسے لوگوں کو ان کی شخصیت کے مطابق ناموں سے پکارا جائے تو انہیں غصہ کیوں آئے؟ وہ غضبناک کیوں ہوں؟ انہیں اپنے رویوں پر نظرثانی کرنی چاہئیے۔ اپنی بری عادتیں، اپنی ننگی ادائیں، بدبو کے بھبکوں والی زندگی اور ظاہری چمک والی حیات خبیثہ بدل لینی چاہئیے.......... اوپر جن چند جملوں میں، میں نے ان نام نہاد دانشوروں کی آوارگی کی معمولی سی جھلک دکھائی ہے اسکا نام روشن خیالی رکھا گیا ہے۔ اگر اسی کا نام "روشن خیالی" ہے تو یہ تو تمام حیوانوں، چوپایوں اور درندوں تک میں موجود ہے۔ انسانیت جس مقدس اور پاکیزہ قدر کا نام ہے وہ کہاں سے ڈھونڈیں؟ نسل نو، حیات نو کہاں سے حاصل کرے؟ زندگی کے خوبصورت اور اجلے راستوں پر چلنا کہاں سے سیکھے؟ اور ہم پاکستانیوں کے اعمال دیکھ کر، ہمارے خیالات پڑھ کر، دنیا بھر کے کفار و مشرکین کیسے مسلمان ہوں؟ چمگادڑوں کی "عقابی نگاہوں" سے کون گھائل ہو؟

فیضِ فطرت نے تجھے دیدۂ شاہیں بخشا
جس میں رکھ دی ہے غلامی نے نگاہِ خفاش

[redacted]

انتقال: ۲۱ اگست ۱۹۶۱ء

حضرت ابی برّد اللہ مضجعہ

سید عطاء المحسن بخاری

تحریک خلافت کا آغاز تھا۔ مولانا ابوالکلام آزاد کا "الہلال" اور مولانا ظفر علی خان کا "ستارۂ صبح" عروج پر تھے۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے ترکی کے حالات کو موضوع سخن بنایا۔ اناطولیہ میں انگریز اور اس کے گماشتوں نے مسلمانوں کے ساتھ جو ظلم و ستم روا رکھا..... پورے ترکی میں سامراجی گماشتوں اور ایجنٹوں کے ذریعہ مسلمانوں میں تفریق کا جو بیج بویا گیا، سلطنت عثمانیہ کو جس انداز میں پارہ پارہ اور ریزہ ریزہ کیا گیا اور اس کی قباء خلافت کے جس طرح تار تار بکھیر دیئے گئے، یہ سب پڑھنے کے بعد والد ماجد امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ جو اس وقت امرتسر میں مولانا مفتی محمد حسن (بانی جامعہ اشرفیہ) سے فلسفہ و منطق کے اسباق لیا کرتے ان سے پنجابی میں مخاطب ہوئے اور کہا:

"مولانا تسی حمد اللہ دے دوالے ہو ووتے میں انگریز دے دوالے ہوناں، میری تہاڈی بس!"

یہ بنیادی سبب ہے حضرت امیر شریعت کے سیاست ہند کے اجتماعی عمل میں شریک ہونے کا۔

ضلع گجرات شاہ جی کا آبائی علاقہ ہے۔ اس ناطہ سے مولانا عبدالقادر قصوری نے شاہ جی کو ضلع گجرات سپرد کیا کہ آپ یہاں کام کریں۔ سب سے پہلی تقریر آپ نے جلال پور جٹاں میں کی۔ وہاں انگریز سے عدم تعاون کے متعلق بھرپور اور پُراثر گفتگو ہوئی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ۲۷ سکولوں کے ہیڈ ماسٹروں نے ملازمت سے استعفے دے دیئے۔ سائنس ٹیچروں نے بھی نوکریاں چھوڑ دیں۔ پھر گجرات میں تقریر ہوئی تو کئی ایک وکیلوں نے وکالت سے انکار کر دیا۔

گجرات میں ایک بہت بڑا سیٹھ تھا۔ جس کا نام تھا سیٹھ چراغ الدین۔ اس نے غالب کا ایک شعر تختی پر لکھوا کر تختی گلے میں لٹکالی۔ شعر تھا۔

بنا کر فقیروں کا ہم بھیس غالب | تماشائے اہل کرم دیکھتے ہیں

سیٹھ چراغ الدین خلافت کمیٹیوں کے لئے چندہ مانگا کرتے تھے۔ گجرات کے جاٹوں اور گوجروں نے جن کا سرکاری رشتہ ناطہ بڑا مضبوط تھا۔ جو خان بہادر اور وڈیرے تھے انہوں نے راستے میں رکاوٹیں کھڑی کیں مگر ان کی تمام تر مخالفت کے باوجود اہلِ گجرات نے پوری جرأت و بسالت کے ساتھ اپنے بچوں کو سرکاری سکولوں سے نکالنا شروع کر دیا۔ اس دوران ایک ہی ہفتہ میں مسلمانوں کے دو سکول قائم ہوئے ایک "آزاد مسلم پرائمری سکول" اور دوسرا "آزاد مسلم ہائی سکول" دونوں سکول آج بھی باقی ہیں مگر ان کے نام سے "آزاد" کاٹ دیا گیا ہے۔ یہ اس لئے کہ ان کا افتتاح کرنے والے مولانا ابوالکلام آزاد تھے اور پاکستان میں اب مولانا ابوالکلام آزاد کے نام سے کوئی عمارت منسوب ہو، یہ مشکل ہے۔ کسی انگریز کے نام پر عمارت بن سکتی ہے، کسی روڈ کا نام رکھا جا سکتا ہے یا کسی چوراہے کو کسی انگریز کے نام پر منسوب کیا جا سکتا ہے مگر..... کیا کسی کا

نام کاٹ دینے سے وہ بے نام ہو جاتا ہے، یا اس طرح کسی کو بے نام کیا جا سکتا ہے؟

امرتسر کی بات ہے۔ وہاں خلافت کانفرنس ہونا تھی۔ تحریک خلافت کے پنجابی لیڈروں نے متفقہ طو
پر حضرت والد ماجد سے کہا کہ آپ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب کے مرید ہیں۔ ان کی خدمت میں جائیے او
ان سے خلافت کانفرنس کی صدارت کے لئے فرمائیں..... ان دنوں سیال شریف میں عرس کا موقع تھا۔ شا
جی، حضرت خواجہ ضیاء الدین سیالوی جو ہندوستان میں آزادی کی تحریکوں کے زبردست معاون تھے، کی
خدمت میں گئے اور کہا کہ جناب آپ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب کے پیر خانہ ہیں اور میں آپ کے پاس
اس لئے حاضر ہوا ہوں کہ آپ اپنے مرید باصفا حضرت پیر مہر علی شاہ کی خدمت میں ہماری گزارش پہنچا دیجئے
وہ ہماری امرتسر میں ہونے والی کانفرنس کی صدارت فرمائیں اور اس کے نتیجے میں وہ کام جس میں ہمیں چن
برس لگیں گے برس، ڈیڑھ برس میں ہو جائے گا۔ کیونکہ راولپنڈی، جہلم، ہزارہ، میانوالی اور کیمبل پور کے
علاقوں میں حضرت پیر صاحب کے متعلقین، متوسلین، محبین، صدق و صفا کے پیکر اور مہر و وفا کے ہیو
موجود ہیں۔ اگر پیر صاحب صدارت فرمائیں تو بہت بڑا کام ہو گا۔ حضرت خواجہ ضیاء الدین صاحب شاہ جی
کے ہمراہ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب کے ہاں تشریف لائے اور فرمایا:
مہر علی! یہ عطاء اللہ امرتسر میں کانفرنس کے لئے آپ کی صدارت کی درخواست لیکر آیا ہے آپ ان کی
درخواست قبول کریں۔ لیکن پیر صاحب نے جناب حضرت ضیاء الدین کے حکم پر کہا: ماں فقیر آں، دعا کر
چھوڑساں۔ (میں فقیر آدمی ہوں، دعا کر دوں گا) دوسری مرتبہ پھر کہا کہ جاؤ اور جا کے صدارت فرماؤ۔ آپ کے
اس عمل سے دین کے کام کو بہت تقویت ہو گی۔ پیر صاحب نے پھر یہی کہا "ماں فقیر آں، دعا کر
چھوڑساں۔ تیسری مرتبہ حضرت خواجہ ضیاء الدین سیالوی نے یہ مطالبہ دہرایا تو پیر صاحب نے کچھ تامل
کچھ وقفے، کچھ سوچ بچار، دل و روح اور وجدان و ضمیر سے مشورے کے بعد پھر یہی کہا:

"ماں فقیر آں دعا کر چھوڑساں"

خواجہ صاحب بہت ہی ملال کے ساتھ اٹھے اور جلال، غضب اور غصے کے عالم میں مگر سوچ کے ساتھ ایک
ایسا جملہ فرمایا جو تاریخ میں سونے کے حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے..... فرمانے لگے.....

"مہر علی! جے چھڑیں دعائیں نال کم بن دا تے "اوہ" احد وچ دند نہ بھنوندے" یعنی اگر صرف
دعاؤں سے کام چلتا تو حضرت محمد ﷺ کی دعاؤں سے بڑی دعا اور کس کی ہو سکتی ہے۔ مگر میرے اللہ کے
سرور کونین، رسول الثقلین، امام المشرقین والمغربین ﷺ کو بھی عمل کی گھاٹی میں اتارا، آپ کے دندان
مبارک غزوہ احد میں شہید ہوئے۔ طائف میں پتھروں کی بارش اور کفار کی بد تمیزیوں کی وجہ سے آپ ﷺ
نے وہ اذیتیں اٹھائیں کہ آقائے نامدار، مولائے کائنات، فخر موجودات، رحمۃ للعلمین نے فرمایا: مجھے اتنی
اذیتیں دی گئیں کہ مجھ سے قبل کسی نبی کو اس قدر اذیت نہیں دی گئی۔"

حضرت خواجہ ضیاء الدین رحمتہ اللہ علیہ یہ تاریخی جملہ کہہ کر اٹھ کھڑے ہوئے اور واپس تشریف لے گئے۔ پھر آپ نے تحریکِ خلافت میں شاہ جی کی مکمل سرپرستی فرمائی اور بھرپور تعاون کر کے حوصلہ بڑھایا۔

حضرت ابی سید عطاء اللہ شاہ بخاری نور اللہ مرقدہ نے مجلس احرار اسلام کے پلیٹ فارم سے تقسیم ہندوستان کی جی بھر کے مخالفت کی اور یہ مخالفت عوامی اسٹیج پر تھی۔ آپ ڈرائنگ رومز کی "سازشوں" سے نفرت کرتے تھے اور مذاکرات کی میز پر زہرناک ماحول کی زہرناکیوں اور سحر انگیزیوں سے خوب شناسا تھے۔ اس لئے کمروں میں بیٹھ کر قوموں کی قسمتوں کا فیصلہ کرنے والے مجرم، جب ملک کو تقسیم کرنے میں کامیاب ہوئے تو آپ نے عوام کے سامنے فرمایا:

"ایک رائے لیگیوں کی تھی ایک ہماری (احرار کی) میں مانتا ہوں، کہ ہماری رائے ہار گئی اور لیگیوں کی رائے جیت گئی۔ اب پاکستان بن گیا ہے۔ ہم پاکستان کے ان سے زیادہ وفادار بن کے رہیں گے جنھوں نے یہ بنایا"

اور ایک بڑی معاشرتی مثال دیتے ہوئے فرمایا........

"خاوند بیوی میں اس بات پر جھگڑا رہتا تھا کہ بہو کس طرف کی ہو؟ خاوند اپنے خاندان سے بہو لانا چاہتا تھا اور بیوی اپنے میکے سے۔ بیوی اپنے میکے سے بہو لانے میں کامیاب ہو گئی۔ اب بہو، میاں بیوی اور خاندان کی مشترکہ متاع اور عزت ہے۔ اسکی طرف کوئی نگاہ اٹھے گی تو پھوڑ دی جائے گی۔ پاکستان ہماری منزل ہے۔ ہم الگ الگ راستوں سے منزل تک پہنچے ہیں اب اسکی حفاظت ہمارا مذہبی و قومی فریضہ ہے"

پاکستان بن جانے کے بعد مدرسہ خیر المدارس جالندھر سے ملتان منتقل ہوا تو اسکی روایات اور رونقیں ملتان میں سمٹ آئیں۔ ملتان میں خیر المدارس کا پہلا سالانہ جلسہ ہوا تو حسب روایت حضرت ابی نور اللہ مرقدہ مدعو کئے گئے۔ آپ جسدِ خیر المدارس کی روح تھے۔ بانیٔ مدرسہ حضرت اقدس مولانا خیر محمد نور اللہ مرقدہ، شاہ جی کی شرکت کے بغیر جلسہ کو ادھورا خیال کرتے تھے۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ خیر المدارس کا جلسہ ہوا اور حضرت امیر شریعت کی شرکت نہ ہو۔ باوجود اس کے کہ حضرت مولانا خیر محمد علیہ الرحمتہ مسلم لیگ کے حامی تھے اور حضرت ابی علیہ الرحمتہ دل و جان سے فداء احرار..... یعنی "ضدان مفترقان!" حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ جلسہ میں شرکت کے لئے ملتان تشریف لے گئے تو ملتان میں بسنے والے اور اجڑنے کے بعد آ بسنے والے احرار کشاں کشاں عالم وارفتگی میں خیر المدارس جمع ہونا شروع ہو گئے۔ جلسہ گاہ میں احرار ساتھیوں کی شمولیت، خیر المدارس سے اور حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ سے ان کی محبت کا مظہر اتم تھی۔ شاہ جی اسٹیج پر تشریف لائے۔ امیر شریعت زندہ باد اور مجلس احرار اسلام زندہ باد کے فلک شگاف نعروں سے فضا گونج اٹھی۔ ماحول میں طربناک تبدیلی پیدا ہوئی۔ آپ نے خطبۂ مسنونہ کے بعد قرآن کریم کی آیت ۱۱ سے آیت

۱۱۵ تک تلاوت فرمائی۔ علماء توان آیات کے معانی پر غور و فکر کرتے ہوئے محظوظ ہو رہے تھے اور عوام معانی سے نا آشنا ہونے کے باوجود جھوم رہے تھے۔ یہ قرآن کریم کا اعجاز ہے کہ نہ سمجھنے والا بھی اس کی سماعت سے عالم وجد میں آجاتا ہے، جیسے دل سے اسکے مفہوم کو سمجھ رہا ہو۔ تشریحِ آیات میں، شاہ جی نے فرمایا کہ.....سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی قوم نے عیسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ اپنے اللہ سے کہو کہ ہم پر ایسا روزی کا نظام اتار دے کہ ہم زندگی بھر اس سے نفع اٹھاتے رہیں، اپنی معاشی ضرورتیں پوری کرتے رہیں مگر اسمیں کمی نہ آئے۔ عیسیٰ علیہ السلام نے انہیں سمجھانے کی بہت کوشش کی کہ اللہ سے ایسا مطالبہ مناسب نہیں، تم میری سچائی کی کوئی اور دلیل مانگ لو۔ حجت تمام نہ کراؤ۔ تمام حجت کے بعد تو عذر معذرت کا مسئلہ بھی ختم ہو جائیگا۔ مگر وہ لوگ نہ مانے۔ تب اللہ پاک نے اپنے رسول علیہ الصلوۃ والسلام کی طرف سے جواب دیا کہ تم پر ایسا معاشی نظام نازل کرنا میرے لئے کیا مشکل ہے؟ مگر ایک بات یاد رکھو، اس "مائدہ" کے نزول کے بعد اگر تم نے کفران نعمت کیا تو تمہیں ایسے عذاب میں مبتلا کروں گا جو جہانوں میں کسی کو نہیں دیا گیا ہوگا۔

حضرات! پاکستان بن گیا۔ ہم نے بہتری کوشش کی کہ ملک یوں تقسیم نہ ہو۔ مگر تقسیم ہو گئی۔ بٹوارہ ہو گیا۔ یہ اللہ کی نعمت کی طرح ہے۔ اب اس نعمت کی قدر کریں۔ جو وعدے کئے وہ پورے کریں۔ بلاتشبیہ، یہ پاکستان عیسیٰ علیہ السلام کی قوم کی طرح مانگا ہوا۔ "معاشی مائدہ" ہے۔ اسے حاصل کرنے کے بعد ضروری ہے جو پروگرام تم نے دیا اسکو عملی جامہ پہناؤ، وہ اصلاحات کرو جو دو قومی نظریہ کے ماتحت تم کرنا چاہتے ہو اور اگر خدا نخواستہ، خدا نخواستہ، خدا نخواستہ تم نے اپنے وعدے پورے نہ کئے تو یاد رکھو۔ یہ ملک اور اسکے باسی طرح طرح کے عذاب میں مبتلا کر دیئے جائیں گے۔ تم نہیں رہو گے۔ تمہاری داستانیں سنا سنا کر لوگ عبرت حاصل کریں گے۔ تم عبرت کا نشان بن جاؤ گے۔"

پھر اسکے بعد دنیا نے دیکھا اور گواہوں نے گواہی دی کہ اس نصیحت کو پچیس برس نہ گزرے تھے کہ مشرقی پاکستان "بنگلہ دیش" بن کے مسلم لیگ کا منہ چڑانے لگ گیا۔ دو قومی نظریہ، پاکستان اور ہندوستان کے مابین دم توڑ گیا۔ بنگلہ دیش کے ہندوؤں کے سامنے جان ہار گیا اور مجیب الرحمن کو گاندھی کی طرح مار دیا گیا تاکہ بنگلہ دیش کی صورت میں تقسیم پاکستان کے اسباب کوئی نہ بتا سکے۔ اور تو میں کچھ نہیں جانتا مگر اتنی بات حقیقت کی طرح اپنا آپ تسلیم کراتی ہے کہ ایک دفعہ تقسیم کا عمل شروع ہو جائے تو رکا نہیں کرتا۔ تقسیم کی کوکھ سے تقسیم ہی جنم لیتی ہے۔ یہ حقیقت ہے، یہ سچ ہے۔ یہ وہ جادو ہے جو نظریۂ پاکستان کے موجدوں کے سروں پر چڑھ کے بول رہا ہے۔

خدا رے چھپاؤ دستاں سخت ہیں فطرت کی تعزیریں! ....بہت ہی سخت

شاہ جی سے پہلی ملاقات

یادوں کے چراغ .... روشن واقعات

حضرت امیر شریعت رحمتہ اللہ علیہ و نور اللہ مرقدہ کے گردو نواح گزرے ہوئے پچاس سالہ دور کے چند ایک واقعات لکھ رہا ہوں - ورنہ حضرت مرحوم و مغفور پر قلم چلاتے وقت ان کی پاکیزہ زندگی کے بے شمار واقعات دماغ میں مچل رہے ہیں جو کہ اکثر احباب کی مجلسوں میں بیان کرتا ہوں -

حضرت امیر شریعت رحمتہ اللہ علیہ سے پہلی ملاقات و تعارف جون ۱۹۳۵ء میں ہوا۔ ہمارے ضلع گورداسپور میں جماعتی لحاظ سے ایک معروف قصبہ "ورک" تھا جو کہ بٹالہ شہر سے جانب شمال سات آٹھ میل کے فاصلہ پر تھا۔ وہاں انجمن تبلیغ الاسلام اہل حدیث کا سالانہ جلسہ ہوتا تھا۔ انجمن کے ناظم مولانا حافظ گوہر الدین مرحوم حضرت شاہ جی علیہ الرحمتہ کے پروانے تھے۔ جون ۱۹۳۵ء میں حافظ صاحب نے سالانہ جلسہ کے موقع پر جمعتہ المبارک کے خطبہ کے لئے حضرت شاہ جیؒ کو دعوت دی۔ جو انہوں نے قبول فرمالی۔ قصبہ ورک کے ملحق ایک گاؤں تھا "اٹھواں" جس کی تمام آبادی مرزائی تھی۔ وہ بھی انہیں تاریخوں میں مرزائیت کے پرچار کے لئے سالانہ جلسہ منعقد کیا کرتے تھے۔ "ورک" کے سالانہ جلسہ پر اس وقت کے معروف علماء کرام، مناظران اسلام تشریف لایا کرتے تھے۔ اور "اٹھواں" میں مرزا بشیر الدین محمود اپنے مبلغین اور مناظرین کے لشکر کے ساتھ براجمان ہوتا تھا۔ ہر سال مرزائیوں کے ساتھ ایک دو مناظرے بھی "ورک" میں ہوجایا کرتے تھے۔ ادھر "ورک" میں ختم نبوت کے پروانے اُدھر مرزائیت کے اسیر کثیر تعداد میں شرکت کرتے تھے۔ "قادیان" چونکہ ضلع گورداسپور میں تھا۔ اس لئے ضلع میں مرزائیت کی خاصی تعداد پھیلی ہوئی تھی۔ ورک کے سالانہ جلسہ کا اشتہار اور حضرت امیر شریعت کے خطبہ جمعتہ المبارک کا پڑھ کر پورے ضلع کی مسلمان آبادی بلکہ امرتسر اور سیالکوٹ، جالندھر، ہوشیار پور کے ملحقہ اضلاع سے لوگ لاکھوں کی تعداد میں آئے - ہزاروں مرزائی بھی حضرت شاہ جی کا خطبہ سننے آئے۔ سکھ، ہندو کثیر تعداد میں آئے۔ حضرت شاہ جی رحمتہ اللہ علیہ کو اللہ تعالےٰ نے اس شرف سے نوازا تھا کہ یہاں ان کی تشریف آوری کا سنتے ہی گاؤں کے گاؤں، دیہاتوں کے دیہات، شہروں کے شہر ایسے اکٹھے ہوتے جیسے ان کو فرشتے گھروں سے نکال کر لاتے۔ لاکھوں کے اجتماع میں اپنے دور کا بے مثال خطیب بلکہ پورے ہندو پاکستان کی بارہ سو سالہ تاریخ میں خطابت کا بادشاہ، پوری پوری رات اپنے خطاب سے سامعین کو مسحور کیے رکھتا۔ بات خطبہٗ جمعہ کی ہورہی تھی۔ حضرت شاہ جی رحمتہ اللہ علیہ ان دنوں سیاہ ریش نوجوان تھے۔ اور میں میٹرک کا طالب علم تھا۔ میری داڑھی کا آغاز تھا۔ ورک گاؤں کے مشرق میں ایک مسجد تھی اور جلسہ مغرب میں ایک بہت بڑے باغ میں تھا۔ لوگ صبح ہی سے حضرت شاہ جی کا خطاب سننے کے لئے آنے شروع ہوگئے تھے۔ تاکہ منبر کے قریب جگہ مل سکے۔ میں بھی اپنے خاندان کے جملہ افراد اور رفقاء کے ہمراہ تقریباً گیارہ بجے ورک پہنچا تو خیال کیا کہ جلسہ گاہ میں شاید کثرت ہجوم کی وجہ سے وضو کے لئے جگہ نہ مل سکے۔ باوجود کہ جلسہ گاہ والا باغ نہر کے کنارے پر تھا لیکن لوگ کئی میل تک بیٹھے نہر کنارے وضو کر رہے تھے۔ ہم

گاؤں کی شرقی مسجد میں اپنے قافلہ کے ہمراہ وضو کے لئے گئے تو وہاں مسجد کے باہر کچھ پولیس کے سپاہی تھے اور احرار کے رضاکار لال کرتوں میں ملبوس نظر آئے معلوم ہوا کہ یہاں مسجد میں حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری تشریف لائے ہوئے ہیں۔ یہ سن کر خوشی کی انتہا نہ رہی۔ کیونکہ آج سے پیشتر کئی دفعہ حضرت کو سٹیج پر بٹالہ، گورداسپور، اور قادیان دور سے دیکھا تھا آج قریب سے زیارت و ملاقات کا موقعہ مل رہا ہے۔ ہم نے جلدی جلدی وضو کیا تاکہ حضرت کی باوضو ملاقات و زیارت کی جائے۔ ہم لوگ مسجد کے برآمدے میں بیٹھے تھے کہ حضرت قبلہ شاہ جی تشریف لے آئے۔ ہم دیکھ کر فوراً ادب سے کھڑے ہوئے اور آپ نے بلند آواز سے "السلام علیکم ورحمتہ اللہ" فرماتے ہوئے کہا کہ آپ بیٹھ جائیں لیکن ہم سب نے کھڑے کھڑے حضرت سے مصافحہ کیا اور آپ بیٹھ گئے۔ پہلی نگاہ اور ملاقات نے تسلیم کر لیا کہ یہ شخص خالص سید ہے۔ دین اسلام اور ختم نبوت کا سالار ہے۔ یہ تھی پہلی ملاقات اور باقاعدہ زیارت جس کو میں زندگی کی ایک عظیم پونجی اور سرمایہ سمجھتا ہوں۔

مسجد سے فارغ ہو کر حضرت شاہ جی کی معیت میں جو باقاعدہ جلوس کی شکل تھی جلسہ گاہ پہنچے۔ ہزارہا لوگوں نے آپ کی آمد پر والہانہ انداز میں سید عطاء اللہ شاہ زندہ باد اور نعرۂ تکبیر بلند کئے جن کی گونج نے ایک میل کے فاصلہ پر مرزائیوں کے اجتماع میں لوگوں کو ہلا کر رکھ دیا۔

اس میں مبالغہ نہیں ہے۔ ایسے معلوم ہوتا تھا کہ زمین و آسمان اور اس علاقے کے درودیوار سے بخاری زندہ باد کی گونج آ رہی تھی۔ مؤذن نے اذان دی اور ٹھیک بارہ بجے جمعتہ المبارک کا خطبہ شروع ہوا۔ منبر رسول کے اصل وارث نے جب خطبۂ مسنونہ کے بعد قرآن پاک کی اس آیت مبارکہ کی تلاوت اپنے مخصوص انداز میں کی جو کہ حضرت شاہ جی رحمتہ اللہ علیہ کو خصوصی طور پر اللہ کریم نے عطا کیا ہوا تھا۔

و اذا لقو الذین آمنوا قالوا آمنا واذا خلو الیٰ شیٰطینهم قالوا انّا معکم انما نحن مستهزؤن (سورت البقرہ پہلا رکوع)

لوگ جھوم گئے۔ غیر مسلم سکھ اور ہندو بھی واہ گورو جے رام پکار اٹھے۔ تین گھنٹے کے خطبۂ جمعہ میں مرزائیت کا پوسٹ مارٹم کیا اور انگریزی حکومت کو للکارا۔ درجنوں مرزائی اور دیگر غیر مسلم کلمہ طیبہ پڑھ کر مسلمان ہوگئے۔ مرزائیت کے درودیوار کانپ اٹھے۔

قصبہ ورک کے قریب سکھوں کی کثیر آبادی کا گاؤں تھا۔ یہاں چند غریب مسلمان گھر بھی آباد تھے۔ اور انہوں نے ایک چھوٹی سی کچی مسجد بنائی ہوئی تھی۔ وہاں اذان (جس کو پنجابی لوگ دیہات میں "بانگ" کہتے ہیں) پر جھگڑا ہو گیا۔ جس کی وجہ سے چار پانچ قتل ہو چکے تھے۔ علاقہ میں بڑی کشیدگی تھی۔ مسلمان اذان دینے پر مصر تھے۔ اور سکھ بزور روکے ہوئے تھے۔ اس کشیدگی کو دور کرنے کے لئے پنڈت نہرو، سکھوں کے بڑے بڑے لیڈر اور مسلمانوں کے رہنما مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم بھی آچکے تھے۔ لیکن حالات قابو سے باہر ہی ہوتے گئے۔ پولیس اور فوج اس قدر موجود تھی۔ کہ مارشل لاء کا تصور ہوتا تھا۔ سکھ مصر تھے کہ ہم اپنے گاؤں میں اذان نہیں ہونے دینگے اور مسلمان مصر تھے کہ ہم ضرور اذان دینگے۔ اس گاؤں کے سکھ اور مسلمان بھی کافی تعداد میں شاہ جی کا خطبہ جمعہ سننے اور دیدار کرنے آئے ہوئے تھے۔ عصر کی نماز شاہ جی نے پنڈال ہی میں ادا کی۔ تو اس گاؤں کے سکھوں اور مسلمانوں نے مشترکہ طور پر اپنے گاؤں جانے کی دعوت دی تاکہ مسلمانوں اور سکھوں کا جھگڑا ختم ہو جائے۔ جس کو شاہ جی نے

بخوشی منظور کر لیا۔ شاہ جی جب اس گاؤں کی طرف روانہ ہوئے تو ہزاروں مسلمان اور سکھ حضرت شاہ جی کے ساتھ روانہ ہوئے۔ سکھوں اور مسلمانوں کی خوشی کی انتہا نہ تھی۔ جب اس گاؤں میں ہزارہا افراد کا قافلہ شاہ جی کی قیادت میں پہنچا تو وہاں سکھوں کے گوردوارے کے سوا کوئی فراخ جگہ نہ تھی۔ سکھوں نے پیشکش کی کہ شاہ جی ہمارے عبادت خانہ (گوردوارہ) میں تقریر فرمائیں۔ وہ تین چار ایکڑ رقبہ میں تھا۔ اس میں بڑے پیپل اور بوہڑ کے درخت تھے۔ ایک بہت بڑا پختہ "تھڑا" تھا۔ جس کا رقبہ ۱۰۰ فٹ مربع تھا۔ اس پر ایک بڑا تخت پوش لکڑی کا بنا ہوا تھا۔ شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ اس تھڑے پر تخت پوش کے اوپر کھڑے ہوئے، خطبہ مسنونہ پڑھا تو لوگ جھوم اٹھے۔ خطبۂ مسنونہ کے بعد حاضرین بالخصوص سکھوں سے دریافت کیا کہ اس گاؤں کا کیا نام ہے؟ سکھوں نے بلند آواز میں کہا "بانگ والی"۔ شاہ جی نے کہا تم جھوٹ اور غلط کہتے ہو، سچ بتاؤ اس گاؤں کا نام کیا ہے؟ لوگوں نے پھر بلند آواز سے کہا شاہ جی ہمارے گاؤں کا نام "بانگ والی" ہے۔ تو شاہ جی نے غضبناک انداز میں فرمایا کس قدر افسوس کی بات ہے کہ تمہارے آباؤ اجداد بانگ کے اتنے عاشق تھے اور تم ناخلف مسلمانوں کو بانگ نہیں دینے دیتے۔ اس کے بعد شاہ جی نے اذان کا ترجمہ کر کے پنجابی زبان میں ان کو سمجھایا۔ وہ اس قدر متاثر ہوئے کہ شاہ جی کے قدموں پر گر پڑے۔ اپنی جہالت اور ضد کی وجہ سے معذرت کرنے لگے اور بالاتفاق کہا ہم اب کبھی اذان نہیں روکیں گے۔ آپ خود ہمارے گوردوارہ میں اذان دیں۔ چنانچہ شاہ جی نے مغرب کی اذان خود وہاں کہی۔ مغرب کی نماز باجماعت ادا کی۔ ہزاروں سکھوں، سکھنیوں اور مسلمان مرد وزن نے شاہ جی کی امامت میں نماز ادا کی۔ پھر تقسیم ملک تک وہاں اذان پر جھگڑا نہیں ہوا۔ رات شاہ جی پھر واپس "ورک" آگئے۔ کیونکہ بعد نماز عشاء پھر وہاں خطاب تھا۔ یہ اس مرد غازی کی اذان اور تقریر کا اثر تھا جو غیر مسلموں کو بھی متاثر کیا کرتا تھا۔

حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ تقسیم ملک سے پیشتر رمضان المبارک کا جمعۃ المبارک کا خطبہ ہر سال "قادیان" میں ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ جسے سننے کے لئے گورداسپور کا پورا ضلع بلکہ ملحقہ اضلاع جالندھر، ہوشیارپور، امرتسر، سیالکوٹ، لاہور تک کے لاکھوں کی تعداد میں مسلمان تشریف لاتے۔ ضلع گورداسپور کے بعد شرکاء میں دوسرا نمبر سیالکوٹ کا ہوتا تھا کیونکہ حضرت شاہ جی سیالکوٹ کو "مدینۃ الاحرار" فرمایا کرتے تھے۔ ان لاکھوں افراد کے وضو کے لئے پانی کا انتظام شہر بٹالہ کے مغل برادری کے کارخانہ دار کیا کرتے تھے۔ بٹالہ کو مسلمانوں کا "قسطنطنیہ" فرمایا کرتے تھے۔ اس عدیم المثال دینی اور روحانی اجتماع کے انتظامات کے لئے ہزاروں کی تعداد میں "جیش احرار" کے رضاکار اپنے مخصوص سرخ لباس میں ملبوس جمعرات کی صبح تک بٹالہ پہنچ جایا کرتے تھے۔ بٹالہ کے مسلمان ان کی افطاری وسحری کا پر تکلف انتظام کرتے اور حق میزبانی باحسن طریق سے ادا کرتے۔ حضرت شاہ جی شام تک مرکزی دفتر مجلس احرار اسلام بٹالہ میں تشریف لے آتے۔ ہزاروں احباب ان کے ہمراہ ہوتے۔

ایک سال (مجھے سن یاد نہیں رہا) قادیانی خلیفہ نے فرنگی حکومت کو درخواست دی کہ "سید عطاء اللہ شاہ بخاری لاکھوں مسلمانوں کے ہمراہ قادیان میں جمعۃ الوداع اداء کرنے آرہا ہے۔ ہمیں اس سے خطرہ ہے۔ لہٰذا بخاری کو قید کردیں کہ وہ قادیان میں نہ آئے" چنانچہ حکومت پنجاب نے ڈی سی گورداسپور کے ذریعہ تمام ضلع میں اعلان کروادیا۔ کہ سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے داخلۂ قادیان پر پابندی لگادی گئی ہے۔ وہ قادیان شہر کے ارد گرد تین میل کے حدود میں داخل نہیں ہوسکتے۔ شاہ جی کے جمعۃ الوداع اور سالانہ ختم نبوت کانفرنس کے سالانہ اجتماعات اتنے بڑے ہوتے

تھے کہ مقررین کی پرزور تقریروں کی ہیبت اور گرج سے قادیان کے درودیوار لرز جاتے تھے۔ مرزائیت نواز حکومت کا یہ اعلان سن کر لوگ بہت پریشان ہوئے۔ اکثر احباب حضرت شاہ جی کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو کر بڑی پریشانی کا اظہار کرتے اور کہتے شاہ جی اب کیا ہوگا؟ بعض نے مشورہ دیا اب قادیان کی بجائے بٹالہ شہر کے باہر کسی وسیع جگہ پر جمعہ ادا کیا جائے۔ لیکن میرے مذہبی اور سیاسی قائد علیہ رحمتہ نے بڑے پرجوش لہجہ میں فرمایا، گھبرانے اور پروگرام کو تبدیل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ قادیان میں داخلہ کی پابندی بخاری پر ہے تم پر نہیں۔ چنانچہ طے پایا علی الصبح سحری اور نماز فجر سے فارغ ہو کر تمام رضاکار قادیان کی طرف چل پڑیں۔ جہاں سے قادیان کا فاصلہ تین میل رہ جائے وہاں میرا منبر رکھ دیں اور سامعین کے لئے قادیان کی طرف بیٹھنے کا انتظام کر دیں۔ چنانچہ امیر شریعت کے حکم کی تعمیل میں لاکھوں کی تعداد میں لوگ قادیان کی طرف روانہ ہوگئے۔ قادیان سے تیسرے میل کے فاصلہ پر سکھوں کا ایک گاؤں تھا (تتلے)(۲) مرزائیت کی تاریخ میں یہ گاؤں بڑی اہمیت رکھتا تھا اس لئے کہ اسی تتلے گاؤں کے نام پر مرزا کا ریسٹ ہاؤس تھا۔ یہاں میر ناصر نواب دہلوی رہتا تھا جس کی لڑکی نصرت جہاں بیگم (مرزائیوں کی ماں) کا نکاح مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم کی وساطت سے مرزا غلام احمد قادیانی سے ہوا۔

(تب مرزا قادیانی نے دعویٰ نبوت نہیں کیا تھا اور مولانا محمد حسین بٹالوی سے دوستی کا تعلق تھا) جو موجودہ مرزائی خلیفہ طاہر احمد کی دادی تھی۔ اس کی زمین میں حضرت شاہ جی کا منبر رکھ دیا گیا۔ لوگوں کے لئے قادیان کی طرف بیٹھنے کا انتظام کر دیا۔ لاؤڈ سپیکر کا اس قدر انتظام تھا کہ وہاں دو میل کے فاصلہ پر آریہ سکول قادیان کا گیٹ تھا اور اس کے بلند مناروں پر لاؤڈ سپیکر کے ہارن چاروں طرف باندھ دیئے۔ اجتماع میں بانس گاڑ کر سینکڑوں ہارن باندھ دیئے گئے۔ انتظام اور ڈیوٹی تو احرار رضاکاروں پر ختم تھی۔ سردیوں کا موسم تھا۔ گندم کی فصل تقریباً ایک فٹ تک زمین سے باہر آچکی تھی۔

گندم کی فصل لاکھوں سامعین کے قدموں میں کچلی جاچکی تھی۔ لیکن اللہ کی رحمت سے اگلی رات کو آسمان سے بارش ہوئی جس سے وہ کچلی ہوئی فصل کھڑی ہو گئی اور اس قدر بڑھی کہ پہلے کی نسبت کئی گنا غلہ برآمد ہوا)۔ تتلے گاؤں کے سکھ تقسیم تک ہمیں کہتے رہے اور تقاضا کرتے رہے کہ ہمارے گاؤں کی زمین پر ایک اور خطبۂ جمعہ رکھ لیں۔ ہماری زمین پر بخاری صاحب نے تین گھنٹے قرآن کی تلاوت کی جس کی برکت سے اس قدر غلہ پیدا ہوا کہ ہمارے آباؤ اجداد نے کبھی اتنا غلہ حاصل نہیں کیا۔ یہ سب حضرت بخاری کی کرامت اور قرآن پاک کی برکت سے ہے۔

حضرت امیر شریعت رحمتہ اللہ علیہ، خطابت کا بادشاہ، حسن و جمال کا پیکر، جرأت اور استقامت کا پہاڑ خالص ہاشمی خون سے منور جب بارہ بجے سے پہلے اجتماع میں تشریف لائے تو تا حد نگاہ لاکھوں کا اجتماع قادیان کی دیواروں سے ٹکرا رہا تھا۔ خدا کی قسم میں نے ہندو پاکستان کی بارہ صدی کی تاریخ کا مطالعہ کیا ہے۔ آج تک نہ کسی کتاب میں پڑھا اور نہ کبھی آنکھ نے دیکھا جتنا اجتماع حضرت بخاری رحمتہ اللہ علیہ کے جلسوں میں ہوتا تھا۔ حضرت امیر شریعت نور اللہ مرقدہ نے سنت جمعہ کی چار رکعت ادا کی اور منبر رسول کا اصل وارث منبر پر تشریف فرما ہوا۔ اس اجتماع میں ہزاروں غیر مسلم بھی تھے۔ جب سامعین کی نگاہیں حضرت امیر شریعت رحمتہ اللہ علیہ کے چہرہ انور پر پڑتیں تو ان کے چہروں کی کیفیت دیدنی ہوتی۔ آپ نے پورے بارہ بجے خطبۂ مسنونہ اور تلاوت قرآن پاک سے تقریر کا آغاز فرمایا۔ تین گھنٹے خطبہ ارشاد فرمایا۔ قرآن پاک کی تلاوت پر سوز انداز میں فرمائی۔ سامعین پر رقت

طاری تھی۔ دل و دماغ منور ہوگئے۔ اس جمعہ کی تصویر نصف صدی گزرنے کے باوجود دل و دماغ پر نقش ہے۔ جب پیچھے مڑکر دیکھتا ہوں تو دل تصور سے کانپ جاتا ہے۔ بے ساختہ زبان سے حضرت بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے لئے دعائیں نکلتیں ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس احسان عظیم کا اعتراف کرتا ہوں جو اس نے طاقت گویائی اور انداز بیان کی شکل میں حضرت بخاری مرحوم پر فرمایا تھا۔

آپ کی وفات سے ایک روز قبل مجھے خواب میں حضرت کی زیارت ہوئی۔ میں نے آپ کو بہت نحیف دیکھا۔ صبح بورے والا سے ملتان آکر اپنے محترم رفیق اور تمام اکابر کے ساتھی، قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی یاد حضرت مولانا عبدالرشید صدیقی (جنڈی ویڑہ پاک دروازہ، ناظم اعلیٰ جمعیت اہل حدیث ملتان) جو کہ ۱۹۳۲ء سے لے کر تقسیم ملک تک مجلس احرار ملتان کے ناظم و جنرل سیکرٹری رہے۔ ان کی معیت میں حضرت قبلہ شاہ جی کی بستر مرگ پر زیارت کی۔ اسی رات وہ انتقال فرماگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

شاہ جی کے فرزند اکبر سید ابوذر بخاری کی امامت میں نماز جنازہ ادا کی۔ اور رات قلعہ قاسم باغ میں پر تعزیتی جلسہ میں بھی شریک ہوا۔ اب بھی پیرانہ سالی کے باوجود جب کبھی دارالحدیث محمدیہ عام خاص باغ یا مدرسہ رحمانیہ ملتان کے سالانہ جلسوں میں شرکت کے لئے آتا ہوں تو شاہ جی کی قبر مبارک پر دعا کے لئے حاضر ہوتا ہوں۔

آخر میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنی خصوصی رحمت سے حضرت شاہ جی کے فردوس میں درجے بلند کرے۔ اور ان کے فرزندان گرامی کو بھی اپنے عظیم والد مرحوم کی طرح دین حق کی خدمت کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے (آمین

بقیہ از ص ۵۴

سماعت شروع ہوئی۔ تو انہوں نے ببانگ دہل اقبال کرلیا کہ میں نے اس معرکہ میں حتیٰ المقدور حصہ لیا تھا۔ کلکٹر کو شاگرد ہونے کی وجہ سے مولانا سے ہمدردی تھی۔ اس نے سماعت ملتوی کردی اور مولانا سے کہلا بھیجا کہ آپ جرم سے انکار کردیں تاکہ ہمارے لیے سہولت پیدا ہو دوسرے روز پھر پیشی ہوئی۔ مولانا نے کل سے زیادہ اصرار کے ساتھ پھر اقبال جرم کرلیا۔ اب کلکٹر کے لئے سزائے موت کا فیصلہ دینے کے سواء کوئی چارہ نہ تھا۔ فیصلہ سنادیا۔

جب فیصلہ پر عمل درآمد کا وقت آیا، مولانا کو بندوق کی گولی کا نشانہ بنانا تھا۔ کلکٹر پھر جذباتی ہو کر آنسو بہاتا ہوا۔ مولانا کے سامنے ہوا اور کہا کہ اگر آپ اب بھی انکاری ہوجائیں تو میں موت کے منہ میں جانے سے آپ کو بچالوں گا۔ مولانا نے بگڑ کر فرمایا۔ کیا میں تمہارے کہنے پر اپنے ایمان سے ہاتھ دھولوں اور اپنی آخرت برباد کردوں۔

نشود نصیبِ دشمن کہ شود ہلاک تیغش
سرِ دوستاں سلامت کہ او خنجر آزماید

یہ کہہ کر جان جان آفریں کے سپرد کردی رحمۃ اللہ رحمۃً واسعۃً

ماخذ (۱) نقش حیات (از حضرت مولانا حسین احمد مدنی) (۲) ایسٹ انڈیا کمپنی اور باغی علماء (از مفتی انتظام اللہ شہابی) (۳) علماء ہند کا شاندار ماضی (از مولانا محمد میاں)

---

(۱) میں میٹرک کا سٹوڈنٹ تھا لیکن دو شخصیتوں حضرت بخاری اور ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہم نے ایسا انقلاب پیدا کیا کہ میں سکول ڈیسک چھوڑ کر مسجد کی صفوں پر بیٹھ کر دین سیکھنے لگا)

مولانا مشتاق احمد (چینوٹ)

حیات امیر شریعت کے چند قابل تقلید پہلو

آج سے ساٹھ ستر سال پہلے برصغیر نادر روزگار شخصیات سے آباد تھا۔ حضرت علامہ انور شاہ کشمیری جیسے محدث، سید عطاء اللہ شاہ بخاری امیر شریعت جیسے خطیب، علامہ شبیر احمد عثمانی جیسے متکلم، مولانا مفتی کفایت اللہ جیسے فقیہہ، مولانا ابوالکلام آزاد جیسے مدبّر اور ادیب، شیخ الہند مولانا محمود حسن جیسے مجاہد، مولانا حسین احمد مدنی جیسے استاذ الاساتذہ، حضرت اشرف علی تھانوی اور حضرت احمد علی لاہوری جیسے مفسر، شاہ عبدالقادر رائپوری اور حضرت عبدالہادی دینپوری جیسے شیوخ، چودھری افضل حق جیسے عالی دماغ مفکر، شیخ حسام الدین، تاج الدین ماسٹر انصاری، مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی جیسے جاں نثارانِ حق، شبلی نعمانی، سید سلیمان ندوی، حفظ الرحمن سیوہاری جیسے محقق، علامہ اقبال ایسے مفکر، غلام رسول مہر، مولانا ظفر علی خان اور آغا شورش کاشمیری جیسے صحافی ادیب اور قادر الکلام شاعر موجود تھے۔ نہ صرف موجود تھے بلکہ پورا برصغیر ان حضرات کی ضیا پاشیوں سے منور تھا۔ تشنگان علم و ادب ان سے سیراب ہوتے تھے۔ سیاست کے خواہاں، سیاست کا درس لیتے۔ قرآن و حدیث کے طلب گار ان سے دین متین کے اسرار و رموز سیکھتے۔ قرب الٰہی کے خواہش مند، راہ سلوک کی منازل طے کرتے۔ ہر علم و فن کے طلبگار کو متعلقہ فن کے امام میسر تھے اور وہ اپنے اپنے ظرف کے مطابق ان حضرات سے استفادہ کرتے تھے۔

افسوس صد افسوس! کیسا زمانہ آگیا ہے، ہر میدان خالی پڑا ہے۔ ہر مسند، اپنے مسند نشینوں کی تلاش میں نوحہ خواں ہے۔ ہر قافلہ اپنے حدی خواں کی تلاش میں ہے۔......ع

اب ڈھونڈ انہیں چراغِ رخ زیبا لے کر

یہ وہ حضرات تھے، جنہیں یاد کرکے مجھے مقامات حریری کے دو شعر یاد آرہے ہیں۔

فَمَا رَاقَنِی بَعدَ بُعدِہ
وَلَا شَاقَنِی مَن سَاقَنِی لِوِصَالِہ
وَلَا لَاحَ مُذ نَدَّ نِدّ لِفَضلِہ
وَلَا ذُو خِلَالٍ حَازَ مِثلَ خِلَالِہ

اس کی مفارقت کے بعد مجھے کسی شخص کی ملاقات نے خوش نہیں کیا اور نہ اس کے بعد مجھ سے آرزوئے ملاقات رکھنے والے شخص نے مجھ میں شوق پیدا کیا۔

وہ جب سے جدا ہوا ہے اس جیسی خوبیاں رکھنے والا شخص مجھے نہیں ملا اور نہ ہی کوئی عمدہ خصلتیں رکھنے والا ایسا شخص نکلا جس میں اسکی سی صفات موجود ہوں۔

حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ جنہیں ان کے چاہنے والے "شاہ جی" کے نام سے یاد کرتے ہیں کی سوانح اور چشم دید واقعات لکھنے والے بہت ہیں۔ جو مجھ سے بہتر انداز میں یہ کام کر چکے ہیں یا کر رہے ہیں۔ احقر کا مقصد شاہ جی کی سوانح کا خلاصہ بیان کرنا ہے، ان کے وہ اوصاف حمیدہ جن کی بدولت وہ امیر شریعت

بنے، آج بھی ہمارے لئے قابل تقلید ہیں اور انہی خطوط پر چل کر علماء کرام صحیح معنوں میں دین کی خدمت کرسکتے ہیں۔ اگر یہ اوصاف آج کے دینی رہنماؤں میں نہیں تو تلخ نوائی معاف، وہ دینداری نہیں بلکہ دکانداری ہے۔

دینی حمیت:

دینی حمیت و غیرت، شاہ جی کے نمایاں ترین اوصاف میں سے ایک ہے۔ یہ دینی حمیت کا جذبہ ہی تھا جس نے انہیں ایک تہائی زندگی جیل میں اور ایک تہائی ریل میں گزارنے پر مجبور کیا۔ آپ کبھی انگریز کو للکارتے تھے تو کبھی اس کے خود کاشتہ پودے مرزائیت کی سرکوبی کرتے تھے۔ قیام پاکستان تک یہ دونوں مشن برابر چلاتے رہے، کبھی مرزا محمود (آنجہانی قادیانی) کو رمضان المبارک میں علانیہ چائے پینے پر للکارا تو کبھی قادیان میں عظیم الشان تبلیغ کانفرنس کرکے اس کے سینہ پر مونگ دلے۔

قادیان میں آپ نے مجلس احرار اسلام کا مستقل دفتر قائم کیا تاکہ زیادہ عمدگی سے قادیانیت کا محاسبہ کیا جاسکے۔

حُبّ رسول ﷺ:

ایک عام مسلمان کو حضور اکرم ﷺ سے بے پناہ عقیدت ہے، شاہ جی تو عالم اور پھر سید تھے۔ آپ کے جذبہ حب رسول ﷺ کا اندازہ ہی نہیں لگایا جاسکتا۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ کا فرمان ہے کہ اس امت کی زندگی بیکار ہے جس کے سامنے اس کے رسول ﷺ کی گستاخی کی جائے۔ حضرت امیر شریعت سرتاپا حب رسول ﷺ میں مست تھے۔ بلکہ فنافی الرسول ﷺ تھے۔ یہ آپ کی دردانگیز اور جادو بھری تقریر کا ہی اثر تھا کہ غازی علم الدین شہید نے راجپال کو جہنم رسید کرکے خود دار ورسن کو سینے سے لگالیا۔ قادیانیت کا اتنی تڑپ اور محنت سے تعاقب، حضرت خاتم النبیین ﷺ سے آپ کی لازوال محبت کا ہی ثمرہ ہے۔

"سجع" اردو شاعری کی ایک صنف ہے جس کا معنٰی یہ ہے کہ ایسا موزوں فقرہ یا مصرعہ جس کے کچھ ظاہری معنٰی بھی ہوں اور اس میں کسی شخص کا نام بھی آجائے۔ (فیروز اللغات ص ۸۱۵)

حضرت شاہ اسمٰعیل شہید کے پاس ایک آدمی آیا جس کا نام "محمد کالے" تھا۔ اس نے کہا کہ حضرت میرے نام کی "سجع" کوئی نہیں کہتا، آپ کہہ دیں۔ نام بھی عجیب تھا۔ محمد اور کالے کی باہم کیا نسبت؟ اس لئے کوئی شاعر سجع میں کامیاب نہ ہوسکا۔ حضرت شاہ اسمعیل نے حضور ﷺ کی محبت کی برکت سے سجع کہہ دی کہ

"ہر دم نام محمد کا، لے"

اسی طرح کا ایک واقعہ حضرت شاہ جی کو بھی پیش آیا۔ تفصیل یہ ہے کہ آپ غالباً تحریک پاکستان کے زمانہ میں ضلع جھنگ کے دورہ پر تشریف لے آئے۔ جامعہ محمدی شریف میں خطاب فرمایا، اس وقت حضرت مولانا محمد نافع صاحب زید مجدہ، زیر تعلیم تھے۔ ان سے تعارف ہوا۔ وہاں سے چنیوٹ تشریف لائے، یہاں ملنے والوں میں سے ایک راقم الحروف کے خالو مولانا حبیب الغفور مرحوم تھے۔

حضرت شاہ جی نے رات کو خطاب فرمایا، دوران تقریر کہا کہ مجھے اس علاقہ کے دو نام بہت پسند آئے ہیں۔ ایک حبیب الغفور، دوسرا محمد نافع، یہ فرما کر آپ نے مخصوص انداز میں زلفوں کو جھٹکا دیا اور محمد نافع نام کی سجع

تھی...... "باقی سب بیکار، محمد نافع" پھر چند لمحے ٹھہر کر فرمایا......اس میں اہانت انبیاء کرام کا شبہ ہوتا ہے۔ اسے یوں بدل دو،...... "عالم ہمہ بیکار، محمد نافع"......ایسی سجع بندی حضور ﷺ کی محبتِ کامل کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

دنیاداری سے استغناء:

حضرت امیر شریعت صحیح معنوں میں زاہد تھے۔ آپ اگر چاہتے تو سونے چاندی کا محل تعمیر کرلیتے۔ ایک بہت بڑی جاگیر کے مالک ہوتے لیکن آپ نے درویشانہ شان سے زندگی گزاردی۔ حکمرانوں سے زندگی بھر نفور رہے۔ سکندر مرزا کے بلاوا پر اس سے ملنے سے انکار کردیا۔ اپنے اکابر کا نام لے لے کر حکمرانوں کا قرب حاصل کرنے والے حضرات کے لئے یہ لمحۂ فکریہ ہے۔

دارا و سکندر سے وہ مرد فقیر اولیٰ
ہو جسکی فقیری میں بوئے اسد اللہی

استقامت:

شاہ جی کی پوری زندگی استقامت سے عبارت ہے۔ اور بزرگوں کا قول ہے کہ استقامت، کرامت سے بہتر ہے۔ یہ جدوجہد، یہ جرأت، استقامت کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ انگریز کے دور میں آپ نے نو، دس سال قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں جبکہ ۱۹۵۳ء کی تحریک تحفظ ختم نبوت میں بھی تقریباً ایک سال قید رہے۔

دارورسن کی گود کے پالے ہوئے ہیں ہم
سانچے میں مشکلات کے ڈھالے ہوئے ہیں ہم
وہ دولت جنوں کہ زمانے سے اٹھ گئی
اس دولت جنوں کو سنبھالے ہوئے ہیں ہم

خلوص و تقویٰ:

ارشاد باری تعالیٰ ہے

"انمایخشی اللہ من عبادہ العلماء" البتہ تحقیق اللہ سے اس کے بندوں میں علماء ہی ڈرتے ہیں۔
صوفیا حضرات کا کہنا ہے کہ اللہ کا خوف علماء کے شایان شان ہے اور جو عالم اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا وہ عالم نہیں جاہل ہے۔ حضرت شاہ جی کی یہ مقبولیت عامہ، شان محبوبیت، قلندرانہ ادائیں، یہ سب خلوص و تقویٰ کی برکات ہیں اور کمال تقوی کی وجہ سے آپ سے بعض دفعہ کرامات کا ظہور بھی ہوتا تھا۔ میرے محترم بزرگ ملک احمد علی صاحب جو کہ تبلیغی جماعت کے سرگرم رکن اور تحصیل چنیوٹ کے گاؤں "رشیدہ" کے باسی ہیں، اس کے راوی ہیں کہ چنیوٹ میں حضرت شاہ جی ایک دفعہ تشریف لائے۔ عین آغاز خطاب کے وقت بارش شروع ہوگئی۔ آپ نے آسمان کی طرف منہ اٹھا کر کہا "یااللہ یا تو خود برس یا مجھے برسنے دے۔" آپ کا اتنا کہنا تھا بارش بند ہوگئی۔ اور اختتام تقریر کے فوراً بعد ایسی بارش ہوئی کہ سامعین بھیگتے ہوئے گھروں کو لوٹے۔

فکری تربیت:

حضرت شاہ جی کی ایک اہم شان یہ تھی کہ آپ اپنے رفقاء اور کارکنوں میں اپنی روح پھونک دیتے تھے ان کے افکار کی دنیا میں زلزلے آجاتے اور وہ اسلام کے سچے خادم اور شاہ جی کے سچے شیدائی بن جاتے تھے جبکہ آج نظریاتی جدوجہد کا خاتمہ ہورہا ہے اور مادہ پرستی غالب آرہی ہے۔ کیا کوئی نکتہ وَر، اس کی عقدہ کشائی کرے گا۔

اتحاد و اخوت:

آپ کی زندگی کا ایک محور یہ بھی تھا کہ سب کو ملا کر رکھا جائے، یہی وجہ تھی کہ اپنے تو اپنے، غیر بھی آپ پر جان چھڑکتے تھے اور آج اپنے بھی اتحاد، بلند نگاہی اور عالی ظرفی کے جذبات سے خالی نظر آتے ہیں۔ ایک مسلک و نظریہ رکھنے والے بھی متحد نہیں ہوتے، ہر ایک نے ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ بنا رکھی ہے۔

حضرت امیر شریعت کی غیروں کو ساتھ لے کر چلنے میں کامیابی اور آج ہماری اپنوں کو بھی اکٹھا کرنے میں ناکامی کا نکتہ، شاہ جی کے ماننے والوں کے لئے لمحۂ فکریہ ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالی ہمیں حضرت امیر شریعت کی زندگی کے ان پہلوؤں پر غور و فکر اور انہیں اپنانے کی توفیق دیں۔ و ما علینا الا البلاغ

بقیہ از ص ۴۵

هذا هو موسیٰ فی الله الذی اشارا لله فی کتابہ الی حیاه و فرض علینا ان نومن بانہ ، حتی فی اسماء و لم یمت ولیس من المیّتین

(ترجمہ از مرزا) "یہ وہی موسیٰ مرد خدا ہے جس کی نسبت قرآن میں اشارہ ہے کہ وہ زندہ ہے اور ہم پر فرض ہوگیا ہے کہ ہم اس بات پر ایمان لاویں کہ وہ زندہ آسمان میں موجود ہیں اور مردوں میں سے نہیں" نور الحق حصہ اول ص ۶۸، ۶۹، خزائن ج ۸ طبع قادیان ص ۵۱ و مثلہ حمامۃ البشریٰ ص ۵۵، خزائن ۲۲۱ ج ۷ قدیم ۴۸، ۳۵) مرزا کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ فوت نہیں ہوئے اور آسمانوں پر زندہ اسی جسد عنصری سے موجود ہیں۔

مرزائی جواب دیں کہ مرزا کی یہ بات سچی ہے یا جھوٹی؟ مسلمانوں کو کہتے ہو کہ کوئی بشر آسمانوں پر نہیں جاسکتا تو بتاؤ حضرت موسیٰ علیہ السلام آسمان پر اس جسد عنصری سے کیسے پہنچ گئے۔ مرزا کو تم نے کیوں معاف کر دیا ہے۔ یہ قرآن سے ثابت کر کے لکھ رہا ہے کہ حضرت موسیٰ آسماں پر زندہ موجود ہیں اور فوت بھی نہیں ہوئے۔ مسلمانوں کو کہتے ہو کہ حضرت عیسیٰ آسمان پر کیا کھاتے پیتے ہیں تو تم بتاؤ حضرت موسیٰ کیا کھاتے پیتے ہیں؟ تم مرزا کی اس بات کا کیوں انکار کرتے ہو۔ مرزا کی باتوں کو مان لیتے ہو بعض کا انکار کرتے ہو اور جھوٹا سمجھتے ہو کیا یہی تمہارا مرزا پر ایمان ہے؟ چونکہ چنانچہ اور تاویلات کی ضرورت نہیں انسان کے بچے بن کر مرزا کی عبارات پر غور کرو اور راہ راست پر آجاؤ ورنہ آخرت میں ہمیشہ پچھتاؤ گے اور وہاں کا پچھتانا کچھ کام نہ آئے گا۔

مرتب: میاں محمد الیاس (راولپنڈی) استفادہ: سید عطاء اللہ شاہ بخاری از: شورش کاشمیری

سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی قومی و دینی جدوجہد
ایک جائزہ ایک تجزیہ

۱۸۵۷ کی جنگ آزادی ہندوستان میں مسلم اقتدار کے احیاء کی آخری متحدہ کوشش تھی۔ جو انگریزوں نے جدید اسلحے اور ہندوستانی ملک فروشوں کے بل بوتے پر ناکام بنادی۔ اس جہاد میں مسلم علماء و زعماء نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا۔ چنانچہ انگریزوں نے انہیں توپوں کے دہانوں پر باندھ کر اڑادیا۔ مقدمے چلائے، پھانسیاں دیں، سزائیں دی اور جائدادیں ضبط کرکے انہیں کوڑی کوڑی کا محتاج کردیا۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ شرفاء کی بیبیاں روٹی کے ایک ٹکڑے کی عوض جسم بیچنے پر مجبور ہوگئیں۔ مغل سپاہیوں اور سرکاری ملازموں کو ملازمت سے علیحدہ کردیا گیا۔ یوں ہزاروں بلکہ لاکھوں افراد کا معاشی قتل کیا گیا۔ ملک میں نیا نظام حکومت، نیا نظام تعلیم اور نئی زبان رائج کرکے تمام تعلیم یافتہ افراد کو راتوں رات ان پڑھ بنادیا۔ اب عربی فارسی کے فضلاء و علماء کی بجائے میٹرک پاس لوگ تعلیم یافتہ سمجھے جانے لگے تھے۔

جن لوگوں نے مسلمانوں سے غداری کرکے انگریزوں کا ساتھ دیا تھا۔ یا مجاہدین آزادی کی مخبری کی تھی انہیں بڑی بڑی جاگیریں عطا کرکے کاسہ لیسوں کا ایسا گروہ تیار کردیا جو بدیشی حکمرانوں کی خوشنودی کے لئے سب کچھ کرنے کے لئے ہمہ وقت تیار رہتا۔ یہ لوگ خاندانی کہلائے۔ ان لوگوں کو سرکاری دربار میں ایک خاص مقام دیا گیا جس کے بل بوتے پر یہ اپنی جاگیروں پر دہشت اور ظلم کی علامت تھے۔ ان جاگیرداروں کی نجی جیلیں تھیں۔ جہاں یہ حریت پسندوں کو بند کردیتے اور موت ہی انہیں اس قید سے آزاد کرتی۔ بسا اوقات یہ آزادئ وطن کے لئے کام کرنے والے سرفروش کو انگریزوں کے حوالے کردیتے جس کے صلے میں جاگیر کی حدود اور بڑھ جاتیں۔ ضرورت پڑنے پر یہ جاگیردار اور انگریزوں کے لئے مال و دولت، سپاہی اور جسم بھی فراہم کرتے تھے۔ مختصراً یہ کہ یہ جاگیردار انگریز تو نہ تھے مگر انگریزوں کے نمبر دو یا عرف عام میں کالے انگریز ضرور تھے۔

انگریزوں نے کاسہ لیسوں اور غداروں ہی میں سے مختلف افراد کو سرکاری ملازمتیں دیں اور ان کی اس انداز سے تربیت کی کہ وہ اپنے اہل وطن کے دشمن اور انگریزوں کے بے دام غلام بنیں۔ یہ سرکاری اہل کار ہندوستانیوں کے لئے اک عذاب اور قہر بن گئے۔ ان کے اختیارات اس قدر زیادہ تھے کہ الاماں۔ ایک معمولی تھانیدار پورے شہر کو آگے لگالیتا۔ ان کی دہشت اس قدر تھی کہ ایک سپاہی دیکھ کر گاؤں بھر کے مرد چھپ جایا کرتے تھے۔

ہندوستانیوں کے "ہندوستانیت" کو قتل کرنے کے لئے یہاں انگریز نے قوم و مذہب کی بنیاد پر نفرت کا بیج بویا۔ اور پھر ان میں بار بار فساد کرایا۔ نتیجۃً کوئی بھی شخص ہندوستانی نہ رہا۔ ہندو مسلمان اور سکھ ہوگیا۔ یوں قوم واضح طور پر کئی گروہوں میں تقسیم ہوگئی۔ اسی فرقہ وارانہ تقسیم سے انہیں یہ فائدہ ہوا کہ ہندوستان کے باسی انگریزوں کی بجائے اپنے ہی اہل وطن کے خون کے پیاسے ہوگئے۔

مسلمانوں کے معاملے میں انگریزوں کو بڑی کھٹک جہاد کے عنوان سے تھی کیونکہ جہاد اسلام کے جسم میں

روح کی حیثیت رکھتا ہے۔ انگریز اس سے ہمیشہ ہراساں رہے چنانچہ مسلمانوں کے دل و دماغ سے روح جہاد نکالنے اور انہیں تقسیم در تقسیم کرنے کے لئے ان کے مسلکی، فروعی اور علمی اختلافات کو ابھارا اس کے لئے کئی شمس العلماء میدان میں اتارے گئے۔ جنہوں نے مسلمہ عقائد میں اختراعات کر کے انگریزی ضرورتوں کو پورا کیا۔ معذرت خواہانہ اسلام نے مسلمانوں کی معاشی کسمپرسی کا سہارا لے کر انہیں انگریز کا ذہنی غلام بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔ انگریز ہندوستانی مسلمانوں میں صوفیاء کے مقابر و مزارات سے بھی آگاہ تھے۔ چنانچہ انہوں نے گدی نشینوں کو زمینیں الاٹ کر کے اپنا خیر خواہ بنالیا۔ بلکہ اپنی ضرورتوں کے مطابق نئی گدیاں کھڑی کیں۔

پنجاب کے حالات اس ضمن میں بدتر تھے۔ یہ صوبہ صدیوں سے فاتحین کی گزرگاہ رہا تھا۔ اور یہاں کے لوگوں کا اجتماعی ضمیر کمزور، بزدل، موقعہ پرست اور خوشامدانہ ہو چکا تھا۔ انگریزوں کی آمد سے پہلے یہاں سکھ حکمران تھے۔ جنہوں نے مسلمانوں پر ظلم و ستم کی انتہا کر دی تھی۔ چنانچہ انگریزوں اور سکھوں کی لڑائی میں مسلمانوں کا اجتماعی ذہن انگریزوں کا حمایتی تھا۔ جن پنجابی مسلم گھرانوں اور خاندانوں نے انگریزوں کا ساتھ دیا انگریزوں نے انہیں بڑی بڑی جاگیریں عطا کیں۔ جن لوگوں نے انگریزی خدمت کے صلے میں جاگیریں پائیں ان کا تعلق انتہائی نچلے طبقے سے تھا۔ یہ بہت چھوٹے لوگ راتوں رات بہت بڑے ہو گئے۔ انگریزوں کی نظر عنایت نے انہیں معتبر کر دیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا دین و ایمان انگریزوں کے ہاں گروی ہو چکا تھا۔ انگریزی فوج اور پولیس میں نوے فیصد ملازم اسی صوبہ سے تھے۔ بعض اضلاع کے بارے میں مشہور تھا کہ ان علاقوں کی مائیں انگریز بابا کے لئے فوجی اور سپاہی جنتی ہیں۔ انگریزوں کی سیاسی اور فوجی دہشت پنجابی جوانوں کے دم قدم سے قائم و دائم تھی۔ پنجاب انگریزوں کا بازوئے شمشیر زن تھا۔ ۱۸۵۷ء میں پنجاب کے بعض خاندانوں نے انگریزوں کی مالی اور جسمانی مدد کر کے پورے ملک کی غلامی کو استحکام بخشا۔ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے اپنے ہاتھوں سے اپنا ملک فتح کر کے انگریز کے ہاتھوں میں دیا۔ جسموں پر زمینداروں اور رزق پر سرکاری افسروں اور اہل کاروں کا قبضہ تھا۔ پیر پرستی ان کی ذہنی غلامی کا سب سے تن آور درخت تھا۔ اہل پنجاب مسلم حکمرانوں کی عملداری کے دوران مسلم صوفیاء، مبلغین کے اخلاق و کردار سے متاثر ہو کر دائرہ اسلام میں آئے تھے۔ اُن کا مذہب بدل گیا مگر عادتیں اور رسمیں نہ بدلیں۔ جو کام قبل ازیں دیوی دیوتاؤں کی خوشنودی کے لئے ہوتے تھے اب زندہ یا مردہ بزرگان دین، انبیاء و صالحین کی خوشنودی کے لئے ہونے لگے۔ خانقاہی نظام کے ماتحت پیر اور سجادہ نشین مسلمانان پنجاب کے حاجت روا اور مشکل کشا بن گئے تھے۔ کھلم کھلا قبر پرستی، ان پر رکوع و سجدہ اور طواف و نذر و نیاز اور تمام مظاہر شرک جن کے باعث اہل مکہ بدنام تھے یہاں سرعام اور بطور فخر و ناز ہوتے تھے۔ بے پیرا بے دین سمجھا جاتا تھا۔ قرآن و سنت کے داعی کو وہابی کہہ کر گالی دی جاتی تھی۔ اور اسے خاص و عام سے پٹوایا جاتا تھا اقوال مشائخ کو قرآن و حدیث پر فوقیت دی جاتی تھی سجادہ نشینوں نے یہاں جس قسم کا اسلام متعارف کرایا تھا اس کا لب لباب یہ تھا۔

۱۔ اللہ تعالیٰ معبود اعظم ہے۔ وہ سب سے بڑا بادشاہ ہے مگر اس نے نبیوں اور ولیوں کو یہ قوت، طاقت اور اختیار دے رکھا ہے کہ وہ اپنے امتیوں اور عقیدت مندوں کے حالات جان لیتے ہیں۔ ان کی پکاریں سن کر دادرسی کرتے ہیں۔ وہ بعض کام خود کر دیتے ہیں اور بعض اللہ سے کروا دیتے ہیں۔ وہ اللہ کے لاڈلے اور پیارے ہیں۔ جو چاہیں اللہ سے منوا لیتے ہیں۔ اللہ ان کی سفارش کر رد نہیں کرتا۔ مسلمانوں کو ان کی خوشنودی حاصل کرنی چاہیے۔

جس کا بہترین طریقہ ان کے دربار میں حاضری۔ تعظیم وطواف اور نذرومنت ہے۔

۲۔ پیغمبر ﷺ انسانی روپ میں دنیا پر آئے تھے۔ مگر درحقیقت وہ اللہ کے نور سے پیدا ہوئے تھے۔ اس لئے اس کا جزو تھے۔ وہ اللہ تو نہیں تھے مگر اللہ تعالیٰ سے جدا بھی نہیں تھے۔ احد اور احمد میں صرف "میم" کی مروڑی کا پردہ تھا۔ جو لوگ انہیں بشر یا انسان سمجھتے ہیں وہ اللہ کے رسول ﷺ کے گستاخ ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جو خدا کے روپ میں عرش پر مستویٰ تھا۔ وہی مدینہ میں مصطفےٰ ہو کر اتر آیا تھا۔ اس لئے رسول اللہ ﷺ عالم الغیب ہر جگہ موجود، حاضر و ناظر، حاجت روا اور مشکل کشا تھے۔ بلکہ اب بھی جب کوئی امتی عشق و محبت میں انہیں پکارتا ہے تو وہ اسکی پکار سن کر دستگیری فرماتے ہیں اور سرکار کے وسیلے سے یہ محبت تمام (زندہ و مردہ) اولیائے کرام کو حاصل ہے۔"

پیروں کے متعارف کردہ دین کے اثر ورسوخ کا یہ عالم تھا کہ لوگ پیروں کے غلام ہوگئے تھے۔ پیر کسانوں کی فصلوں سے حصہ وصول کرتے تھے۔ حتیٰ کہ بعض لوگ پیر صاحبان کی خوشنودی کے لئے اپنی بہو بیٹیاں تک ان کی نذر کردیتے تھے۔

یہ "خانقاہی نظام" اس قدر مضبوط تھا کہ کوئی شخص اس کے خلاف آواز اٹھانے کی جرأت نہ کرسکتا تھا۔ اس نظام کو للکارنا موت کو آواز دینے کے مترادف تھا۔ یہ نظام انگریزوں کے لئے بہت سودمند ثابت ہوا۔ انہوں نے صرف اسے قائم رکھا بلکہ اسے مزید مضبوط کیا اور نئی گدیاں قائم کیں۔ ان پیروں نے پہلی جنگ عظیم میں اپنے مرید ہزاروں کی تعداد میں انگریزی فوج میں بھرتی کرائے۔ ان کو امام ضامن باندھے، انہیں تعویذ دیئے کہ ترکوں کی گولیاں ان پر اثرانداز نہ ہونگی خواہ وہ کعبۃ اللہ اور مسجد نبوی پر گولیاں چلائیں۔ جب خلافت عثمانیہ ختم ہوگئی تو پیران پنجاب نے صوبہ کے گورنر سر مائیکل ایڈوائر کی خدمت میں سپاسنامہ پیش کرکے انگریزوں کی فتح اور ترکوں کی شکست پر ہدیہ تبریک پیش کیا تھا۔ مسلمانوں کو ملی وحدت، روحِ جہاد اور شوق شہادت سے محروم کرنے کے لئے انگریزوں نے ایک اور فتنہ کھڑا کیا اور یہ غلام احمد قادیانی تھا جس نے رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی اور آپ کی ختم نبوت پر براہِ راست حملہ کیا۔ سیالکوٹ کی ضلع کچہری کے عرضی نویس مرزا غلام احمد قادیانی کو پہلے پہل مناظرِ اسلام کے روپ میں سامنے لایا گیا۔ اسکی پبلسٹی پر ہزاروں لاکھوں روپے خرچ کیے گئے۔ مرزا نے بتدریج مجدد، مہدی، مسیح موعود ہونے کے دعوے کرکے قوم اور علماء کو اپنی طرف متوجہ کیا۔ لایعنی مباحث چھیڑ کر اخبارات و جرائد میں غلغلہ مچایا۔ بالاخر نبوت کا مدعی بنا۔ مرزا کی تعلیمات کا خلاصہ یہ تھا کہ

"انگریز اللہ تعالیٰ کی مقبول اور محبوب قوم ہے۔ مسلمانوں کو ان سے وفاداری کرنی چاہیے۔ ان کی اطاعت فرض ہے اور وہ اولی الامر ہیں۔ جہاد منسوخ ہو چکا ہے اور ہندوستان دارالاسلام ہے" (ضرورت الامام ص ۲۳)

پنجاب میں ایک اور بڑا عنصر شیعوں کا بھی تھا۔ وسطی اور جنوبی پنجاب میں جاگیرداروں کی اکثریت شیعہ مذہب سے وابستہ تھی۔ کئی سجادہ نشین بھی شیعہ تھے یہ سجادہ نشین اور جاگیردار ان ذاکروں کے پشت پناہ تھے جو خلفاء ثلاثہ اور اصحاب رسول علیہم الرضوان پر سب و شتم کرکے انگریزی مقاصد کی تکمیل کرتے تھے۔ ان حالات میں کسی استعمار دشمن تحریک کا آغاز کرنا، کسی تنظیم کو منظم کرنا اور دشمن کی تہ در تہ اور پیچ در پیچ سازشوں کو طشت از بام کرنا اور ان کا توڑ پیدا کرنا..... کسی معجزے کے بغیر ناممکن لگتا تھا لیکن یہ امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی

خطابت، حریت پسندی، حب الوطنی، حق گوئی اور بے باکی کا اعجاز تھا کہ انہوں نے پنجاب جیسے صوبہ میں انگریزی استعمار کے مخالف، قادیانی نبوت کے نقاد، شرک وبدعت کے قاطع اور عظمت صحابہ کے متوالے سرفروش تیار کردیئے تھے۔ اسلام کی تاریخ ہمیشہ ان کی شکر گزار رہے گی کہ ایک تنہا شخص نے ایک ذہن اور مزاج تیار کردیا تھا۔

شاہ جیؒ کی عملی زندگی کا آغاز امرتسر کی مسجد خیرالدین میں امامت سے ہوا۔ ان کی خوش الحانی اور حسنِ قرأت نے رنگ دکھایا اور لوگ دور و نزدیک سے اس مسجد میں آنے لگے۔ شاہ جیؒ ترکِ بدعات اور اصلاحِ رسوم کے موضوعات پر وعظ کہتے تھے اور ان کی خوش بیانی نے پورے شہر کو ان کا گرویدہ بنادیا تھا۔ مولانا سید محمد داؤد غزنوی انہیں سیاست میں کھینچ لائے۔ پہلی سیاسی تقریر خلافت کانفرنس امرتسر (۱۹۲۰ء) میں کی۔ اور اگلے ہی سال کانگریس کی کلکتہ کانفرنس میں اس معرکے کی تقریر کی کہ ان کی خطابت کی دھاک بیٹھ گئی اور ان کا شمار ملک بھر کے صف اوّل کے قائدین میں ہونے لگا۔

اب شاہ جی کا وقت عروج تھا۔ چار سُو ان کی خطابت، جرأت، حق گوئی اور بے باکی کی دھوم تھی۔ ہندوستانی عوام بلا استثنائے مذہب ان کی خطابت کے سحر میں گرفتار ہوگئے تھے۔ اور انہوں نے اپنی خطابت کے زور سے ہندوستانی عوام کے دلوں سے انگریزوں کا خوف نکال دیا تھا۔ وہ تحریک آزادیٔ ہند کے مجاہد تھے۔ اور اس راہ میں ہر قسم کے مصائب برداشت کرنے کا حوصلہ رکھتے تھے۔ انگریز مجاہدین آزادی کو پس دیوار زنداں بھیج دیا کرتے تھے۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے مجموعی طور پر عمر عزیز کے دس سال آزادیٔ وطن پر قربان کیے۔ پہلی بار ۱۹۲۱ میں تین سال کے لئے گرفتار ہوئے۔ ۱۹۲۴ میں رہائی ہوئی۔ راجپال کے فتنہ توہین رسالت مآب لالہ موسٰے کا مقدمہ بغاوت، تحریک قادیانیت اور جنگ عظیم دوم میں گرفتاریاں اس پر مستزاد ہیں۔ جو مجموعی طر پر دس سال بنتی ہے۔ شاہ جی کا اپنی زندگی کے بارے میں یہ جملہ بہت مشہور ہوا۔

"زندگی کیا ہے؟ تین چوتھائی ریل میں کٹ گئی ایک چوتھائی جیل کی نذر ہوگئی۔"

۱۹۲۷ سے ۱۹۳۰ تک کے چار سال شاہ جی کی زندگی میں بہت اہمیت کے حامل ہیں۔ ان سالوں میں بعض ایسے واقعات ظہور پذیر ہوئے جنہوں نے انہیں قومی قیادت کی پچھلی صفوں سے اٹھا کر اگلی صفوں میں بٹھایا۔ اور وہ اپنے ہم عصر علماء وزعماء سے منزلوں آگے نکل گئے۔ ان واقعات میں فتنۂ راجپال کے خلاف احتجاجی جلسے میں ان کی انتہائی جذباتی تقریر، ۱۹۲۹ میں مجلس احرار اسلام کی تشکیل اور ۱۹۳۰ میں انجمن خدام الدین لاہور کے سالانہ جلسہ میں ان کا "امیر شریعت" کی حیثیت سے انتخاب اور حضرت علامہ انور شاہ کشمیری سمیت پانچ سو جید علماء کی بیعت اطاعت خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

۱۹۲۹ میں انہوں نے مختلف مکاتب فکر کے علماء کے ساتھ مل کر مجلس احرار اسلام کے نام سے ایک جماعت بنائی۔ جو دیکھتے ہی دیکھتے پنجاب کی سب سے بڑی سیاسی طاقت بن گئی۔

انگریزوں نے ہمیشہ "پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو" (Devide & Rule) کے فلسفے پر عمل کیا۔ مسلمانوں کی ملی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کے لئے فروعی اور علمی اختلافات کو ہوا دے کر کئی فرقے پیدا کردیے اور انکی مسلسل آبیاری کی۔ نتیجتہً ان مکاتب فکر کے درمیان بہت سی خلیجیں حائل ہوگئیں۔ سنی، وہابی، مقلد و غیر مقلد، دیو بندی، بریلوی مناقشت نے انگریزی فلسفہ کو کامیاب کر دکھایا تھا۔ شاہ جی نے اس سازش کو ناکام بنانے کے لئے

تمام مکاتب فکر کے روشن خیال اہل علم کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا اور مجلس احرار اسلام کے نام سے ایسی تنظیم ترتیب دی جس میں تمام مکاتب فکر شانہ بشانہ کھڑے نظر آئے۔ اس جماعت میں شاہ جی اور ان کے کئی دوسرے ساتھی مثلاً مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی مولانا محمد علی جالندھری اور مولانا غلام غوث ہزاروی دیوبندی مکتب فکر سے تعلق رکھتے تھے۔ مولانا سید محمد داؤد غزنوی اہل حدیث تھے اور صاحبزادہ فیض الحسن بریلوی مکتب فکر کے چشم و چراغ تھے جبکہ مولانا مظہر علی اظہر اور سید مظفر علی شمسی شیعہ مکتب فکر سے متعلق تھے۔

قائد احرار کی حیثیت سے سید عطاء اللہ شاہ بخاری کا سیاسی اور تبلیغی سفر تقریباً ربع صدی تک جاری رہا۔ اس عرصہ میں ان کی جماعت نے انتہائی عروج بھی دیکھا اور زوال بھی۔ سیاسی فتح مندیاں بھی پائیں اور زبردست شکستیں بھی دیکھیں۔ مگر احرار لیڈروں کی جرأت و استقامت اور مغربی استعمار سے نفرت ہمیشہ اٹل رہی۔ احرار نے کئی تحریکوں کو جنم دیا۔ تحریک کشمیر، تحریک مسجد شہید گنج، تحریک محاسبہ قادیانیت، تحریک تحفظ ختم نبوت اور تحریک مدح صحابہ احرار کے کریڈٹ پر ہیں۔ اور ان تحریکوں نے ملکی سیاست پر گہرے اثرات و نقوش ثبت کیے۔ احرار نے دوسری جنگ عظیم میں فوجی بھرتی کے خلاف بھی آواز بلند کی اور حکومتی عتاب سہا وہ تقسیم ہند کے خلاف تھے۔ مگر آزادئ ہند سے بے پناہ مخلص تھے۔ بلکہ اس باب میں بے مثال تھے۔ مسلمان قوم نے شاہ جی اور ان کے ساتھیوں کی سیاسی رائے کو رد کرتے ہوئے تقسیم ہند کے فارمولے پر صاد کیا اور ۱۹۴۷ء میں ملک تقسیم ہوگیا۔ جس کے نتیجے میں بہت بڑی تعداد میں انتقال آبادی ہوا۔ شاہ جی امرتسر سے اٹھ کر ملتان آگئے۔ اور انتخابی سیاست سے ہمیشہ کے لئے دستبردار ہوگئے۔ بڑھاپے، بیماری اور ضعف و ناتوانی کے باوجود قادیانیوں کے بڑھتے ہوئے اثر و رسوخ کے خلاف ۵۳-۱۹۵۲ء میں ختم نبوت کے تحفظ کی تحریک منظم کی جسے خواجہ ناظم الدین کی حکمرانی میں اس وقت کی مسلم لیگی حکومت نے بزور کچل کر مجلس احرار اسلام کو خلاف قانون قرار دے دیا۔ لیکن شاہ جی عمر کے آخری سانسوں تک قادیانی نبوت کاذبہ کا محاسبہ کرتے رہے۔

شاہ جی کی سیاسی، قومی اور دینی خدمات کو ان کے عہد اور اس عہد کے حالات کے پس منظر میں دیکھا جائے تو بلاتامل کہا جاسکتا ہے کہ وہ اس عہد کے پنجاب میں اللہ اکبر کی صدا تھے۔ وہ قدرت کا ایک عطیہ تھے اور انہوں نے عطیۂ الٰہی ہونے کا حق بھی ادا کیا۔ انہوں نے اس وقت آزادئ وطن کا نعرہ لگایا جب اس کا سیدھا سیدھا مطلب خود کشی سمجھا جاتا تھا۔ وہ ایک آفتاب تھے جو تحریک خلافت میں طلوع ہوا اور تحریک تحفظ ختم نبوت میں غروب ہوا۔ اس اعتبار سے اتحاد امت ان کی جدوجہد کا اصل منشا تھا۔ شاہ جی نے پنجاب اور ہندوستان کے اس ماحول میں جو خدمات سرانجام دیں۔ انکا خلاصہ یہ ہے کہ

انہوں نے مسلمانوں کے عقائد کی اصلاح کے لئے گرانقدر کام کیا۔ عمر کا ایک بڑا حصہ مسلمانوں کو کلمۂ اسلام سکھانے، سمجھانے اور اس کے معانی و مطالب بیان کرنے میں گزرا۔

آغا شورش کاشمیری نے اپنی خود نوشت میں بڑے خوبصورت الفاظ میں احرار کی وکالت کی ہے وہ لکھتے ہیں "احرار کی خوبیاں قدرت کا انعام تھیں۔ دنیا نے ان کے بارے میں سبھی کچھ کہا ہے لیکن تاریخ ان کے بارے میں ابھی صحیح تجزیہ نہیں کرسکی۔ ہار جانا کوئی شے نہیں اصل شے لڑ جانا ہے ہندوستان کے مسلمانوں کی تاریخ

بقیہ ۳۹ پر

محترم احسان قادری (ڈیرہ غازی خان)

پاسبانِ حُریّت، سپہ سالارِ کاروانِ ختمِ نبوت
امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ

مجمع ہو عاشقوں کا نہ کیوں خانقاہِ علیہ الرحمت میں
سر خم ہوئے ہیں شاہوں کے اس بارگاہ میں

تبلیغِ دین کرتے رہے تاحیات آپ
کرتے رہے جہاد سدا حق کی راہ میں

للکارا مثلِ شیر ہر اک گام آپ نے
جچتا نہ تھا عروجِ فرنگی نگاہ میں

ٹوٹے ہزار کوہِ ستم سر پہ بار بار
لغزش کبھی نہ آئی مگر عزمِ شاہ میں

زندانِ دشمناں میں گزاری تمام عمر
لیکن نہ فرق آیا کوئی عزو جاہ میں

بے خوف ہو کے پرچمِ حق کو کیا بلند
شمعیں جلائیں نور کی دورِ سیاہ میں

شاید نصیب سے ہی کہیں ہو مجھے نصیب
جو لطف آیا آپ کی آرامگاہ میں

اللہ کے حبیبوں کا مجھ پر رہا کرم
عمرِ جہاں و گرنہ کٹی ہے گناہ میں

احسان ان کا جذبۂ ایثار کیا کہوں
جرنیل تھے وہ ایک خدائی سپاہ میں

سید کاشف گیلانی

سید عطاء اللہ شاہ بخاری

دل و نظر کو جھنجھوڑ کر وہ ہمیں اک انعام دے رہا تھا
وہ قتل گاہوں میں زیر خنجر خدا کا پیغام دے رہا تھا

وہ حریت کا علم اٹھائے نگر نگر میں پکارتا تھا
یہ قوم بھولی تھی جس سبق کو اسے وہی کام دے رہا تھا

فقط وہ اک شخص نیند جس نے فرنگیوں کی حرام کر دی
نوید آزادیوں کی تنہا ہمیں وہ ہر گام دے رہا تھا

وہ جب بھی قرآں ہمیں سناتا جگر پہاڑوں کے چھوٹ جاتے
ہمیں یقیناً جگا رہا تھا وہ جگرتی عام دے رہا تھا

کسی فرنگی نے اک نبی کو اٹھایا پنجاب کی زمیں سے
ہماری غیرت سے کھیلتا تھا ہمیں وہ دشنام دے رہا تھا

بخاری جیسا جو شیر نر ہو وہ کیسے چھوڑے گا منتری کو
جو کفر ہاتھوں میں کذب کے تھا تو صدق اسلام دے رہا تھا

نہ ہم نے کاشف کوئی بھی پایا جو مست مئے ہو بخاری جیسا
اٹھا کے خم خانۂ نبی سے ہر اک کو وہ جام دے رہا تھا

سید کاشف گیلانی

سید عطاء اللہ شاہ بخاری

دشمن کی ہر آواز پہ بھاری تری آواز — کس قدر مؤثر تھی بخاری تری آواز

ہر عہد میں پیغام ترے راہ نما ہیں — ہر دور میں صدیوں سے ہے جاری تری آواز

تھی خوف کے عالم میں فرنگی کی حکومت — خنجر سے کہیں بڑھ کے تھی کاری تری آواز

آیا تھا زمانے کو تو قرآن سنانے — قدرت نے محبت سے سنواری تری آواز

تیرا جسدِ پاک تھا فانی ہوا خاموش — لیکن نہ کسی ظلم سے ہاری تری آواز

کچھ وقت لگا تجھ کو سمجھنے میں مگر اب — یہ قوم ہوئی ساری کی ساری تری آواز

ہر دیدۂ بینا کو تری شکل دکھا کر — ہر گوشِ سماعت سے گزاری تری آواز

جب ختمِ نبوت کے لئے اٹھتی ہے کاشف — لگتی ہے ہمیں جان سے پیاری تری آواز

سرزمینِ ملتان

حق نگر حق آشنا ہے سرزمیں ملتان کی — مسکنِ اہلِ وفا ہے سرزمیں ملتان کی

علم کے نایاب گوہر اس زمیں میں دفن ہیں — سرزمینِ حق نما ہے سرزمیں ملتان کی

عرصۂ جبر و جفا میں محورِ اہلِ ہدیٰ — مرکزِ صدق و صفا ہے سرزمیں ملتان کی

وقت کے ولیوں نے رکھا اس زمیں پر ہے قیام — ان کے اب بھی زیرِ پا ہے سرزمیں ملتان کی

اس کی خاکِ پاک میں قدرت نے رکھی ہے شفا — درد مندوں کی دوا ہے سرزمیں ملتان کی

اس میں آسودہ ہوئے سید عطاء اللہ شاہ — کتنے شہروں سے سوا ہے سرزمیں ملتان کی

ثبت اولادِ علیؓ کے نقشِ پا اس شہر میں — لائقِ وصف و ثنا ہے سرزمیں ملتان کی

مرکزِ ختمِ نبوت مرکزِ اہلِ جہاد — اہلِ حق کا اک قلعہ ہے سرزمیں ملتان کی

کادیاں والے نبی کی جھوٹی امت کے لئے — اک مصیبت ہے بلا ہے سرزمیں ملتان کی

کاشف اٹھے ہیں بہت سے انقلاب اس شہر سے — ردِ کذب و ابتلا ہے سرزمیں ملتان کی

(ابو معاویہ محمد سعید ضیاء (ملتان))

نذرانۂ ارادت

امیرِ شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

حضرتِ امیر شریعت سیدِ عالی جناب
قائدِ تحریکِ آزادی خطیبِ انقلاب

پاسبان ملک و ملت تیرا جوشِ حریت
ہوسکا پیدا نہ اب تک دہر سے تیرا جواب

جذبۂ ختمِ نبوت کی حفاظت کے لئے
چشمِ قدرت نے کیا تھا آپ ہی کا انتخاب

تھی نشانِ حریت تیری قبائے لالہ گوں
لعنت افرنگ تھا تیرا شعارِ باصواب

فارسی لونڈی تری اردو ادب تیرا غلام
اے خطیبِ بے مثال و بے نظیر و لاجواب

کردیا انگریز پر سونا کجا جینا حرام
منکرِ ختمِ نبوت کا کیا خانہ خراب

زندگی جہدِ مسلسل جیل میں یا ریل میں
تو رہا ہر امتحاں میں کامران و کامیاب

تیری محنت کا ثمر آزادیٔ بر صغیر
اس حقیقت کا نہیں منکر مگر شرّالدّواب

تا دمِ آخر رہا تو فکرِ قرآن کا امیں
دیں فروشوں کو کیا تو نے ہمیشہ بے نقاب

آج بھی آزاد انسانوں کے دل میں ہے مکیں
گو بظاہر شہر خاموشاں میں ہے تو محوِ خواب

اے شہنشاہِ خطابت اے امیرِ علم و فن
تیری تربت پر خدا کی رحمتیں ہوں بے حساب

کر نہیں سکتا ضیاء تیرے خصائل کا بیاں
خارج اند اوصاف تو از حیطۂ حد و حساب

حُبِّ قرآں بغضِ افرنگی تیرا اجمال تھا
دولتِ حُبِّ محمد سے تو مالا مال تھا

پاکستان کیا ہوگا؟

خطیب الامت، بطلِ حریت، امیرِ شریعت
سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ نے

○ پاکستان کے بارے میں کن خدشات کا اظہار کیا تھا؟ ○ اردو پارک دہلی میں ۱۹۴۶ء کی تاریخی تقریر
○ دہلی دروازہ لاہور میں ۱۹۴۵ء کی تقریر ○ متفرق تقاریر کے منتخب اقتباسات
قیمت =/10 روپے، بخاری اکیڈمی دار بنی ہاشم ملتان

حافظ نجم الحق نجم

اسلام اور فلاحی ریاست کا تصور

ماضی اور حال میں اسلام ہی ایک ایسا دین ہے جو انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے لئے وہ ہمہ گیر نظام پیش کرتا ہے جسے اپنا کر انسان دنیا و آخرت میں فلاح اور کامیابی پاسکتا ہے۔ اجتماعی زندگی میں فلاحی ریاست کا جو تصور اسلام نے پیش کیا، جسے حضور اکرم ﷺ نے عملی طور پر نافذ کر کے ایک مثالی فلاحی مملکت تشکیل دی اور جس کی اتباع خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کی اس کی مثال اقوام عالم کی تاریخ میں ملنی ناممکن ہے۔ اسلام ایسی ریاست کو فلاحی ریاست سے تعبیر کرتا ہے جو پورے معاشرے کی ترقی و خوش حالی کی ضامن ہو، جہاں اللہ کی مخلوق خوراک لباس اور رہائش سے محروم نہ ہو، جہاں ترقی کے مواقع سب کے لئے یکساں ہوں اور ہر ایک کو اس کی محنت ذہانت، قابلیت اور صلاحیت کے مطابق پورا صلہ ملے اور جہاں ہر شخص امن و سلامتی کے ساتھ ہر قسم کے ظلم و استحصال سے محفوظ رہ کر اپنے حقوق حاصل کر سکے۔ فلاحی ریاست کے لئے اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کرنے سے جو نمایاں بنیادی اصول واضح ہوتے ہیں ان کی تفصیل یہ ہے

حاکمیت اعلیٰ:

اسلامی ریاست کی بنیاد اللہ کی حاکمیت کے تصور پر قائم ہے۔ اس کا بنیادی نظریہ یہ ہے کہ اس کائنات کا خالق و مالک اللہ ہے اور وہی اس کا حاکم ہے۔ زمین پر عارضی حکمران محض تفویض کردہ اختیارات استعمال کرنے کا مجاز ہے۔ ارشاد باری ہے:

انِ الحُکمُ الا للہ اَمَر اَلا تعبدُو الّا ایّاہ ذٰلک الدّین القیّم (یوسف ۴۰)

حکم سوائے اللہ کے اور کسی کا نہیں۔ اسکا فرمان ہے کہ اس کے سوا اور کسی کی بندگی نہ کرو۔ یہی صحیح دین ہے

یَقُولُون ھل لنا من الامر من شئی قُل ان الامر کلہ للہ (آل عمران ۱۵۴)

وہ پوچھتے ہیں اختیارات میں ہمارا بھی کچھ حصہ ہے۔ کہو کہ اختیارات تو سارے اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔

و من لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الکفرون (المائدہ ۴۴)

جو اس کے مطابق فیصلہ نہ کریں جو اللہ کی طرف اُتاری گئی وہی لوگ کافر ہیں۔

اسلامی نظریہ کے مطابق جب حاکمیت صرف اللہ کی ہے تو قانون ساز بھی صرف وہی ہے کسی انسان کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ قانونِ الٰہی سے روگردانی کرے اور اپنی خواہشات پر عمل کرے۔ اسلامی ریاست میں صرف اللہ کا قانون نافذ ہوگا۔ اور ایسے کسی قانون کی گنجائش نہیں ہوگی جو الٰہی قانون کے خلاف ہو اور نہ ہی ایسے قانون کی اتباع ضروری ہوگی ارشاد باری ہے:

اتبعوا ماانزل الیکم من ربکم ولا تتبعوا من دونہ اولیاء (الاعراف ۳)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

تم پر کتاب اللہ کی پیروی لازم ہے جس چیز کو اس نے حلال کیا ہے اس کو حلال کرو اور جسے اس نے حرام کیا ہے اسے حرام کرو۔ (کنز العمال)

دوسری جگہ ارشاد ہے۔

ایک مسلمان پر اپنے امیر کی سمع و طاعت فرض ہے خواہ اس کا حکم اسے پسند ہو یا ناپسند ہو تاوقتیکہ اسے معصیت کا حکم نہ دیا جائے اور معصیت کا حکم دیا جائے تو پھر کوئی سمع و طاعت نہیں۔ (بخاری شریف)

حکام میں سے جو کوئی تمہیں کسی معصیت کا حکم دے اس کی اطاعت نہ کرو (کنز العمال)

شوریٰ یا سربراہ ریاست کی حیثیت:

اسلامی ریاست کا حکمران مسلمانوں کے مشورے اور رضامندی سے مقرر ہوتا ہے۔ اور وہ معاملات ریاست میں بھی مسلمانوں کے مشورے کا پابند ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے وشارھم فی الامر (آل عمران ۱۵۹) معاملات حکومت میں مشورہ کرلیا کرو

و امر ھم شوریٰ بینھم (سورۂ شوریٰ ۳۸) ان کے معاملات حکومت باہمی مشورہ سے طے ہوتے ہیں۔

اسلامی ریاست میں حکمرانی کے لئے عہدہ طلب کرنے کی اجازت نہیں، حتیٰ کہ جو شخص خود اس عہدہ کا طالب بن جائے وہ واجب القتل ہے حضرت عمر فرماتے ہیں

من دعاالی امارہ نفسہ او غیرہ من غیر مشورہ من المسلمین فلایحل لکم ان لاتقتلوہ (کنز العمال)

"جو شخص مسلمانوں کے مشورے کے بغیر اپنی یا کسی اور شخص کی امارت کے لئے دعوت دے تو تمہارے لئے حلال نہیں ہے کہ اسے قتل نہ کرو۔"

اسلامی ریاست کا حکمران جو ریاست کے امور اہل علم کے مشورے سے طے نہ کرے اسے معزول کردینا چاہیئے جیسا کہ صاحب فتح البیان نے لکھا ہے۔

"جو خلیفہ اہل علم و اہل دین سے مشورہ نہ کرے اس کی معزولی کے واجب ہونے میں کسی کو اختلاف نہیں"
(فتح البیان ۱۳۰/۲)

عدل و انصاف کا قیام:

اسلامی ریاست میں قرآن و سنت کا قانون نافذ ہوگا جو سب کے لئے برابر ہے۔ اور سربراہ مملکت سے لے کر ادنیٰ ترین آدمی تک سب پر اس قانون کا اطلاق یکساں ہوتا ہے۔ قرآن مجید نبی کریم ﷺ کے ذریعہ اعلان کرتا ہے

وامرت لاعدل بینکم (شوریٰ ۴۲) اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ تمہارے درمیان عدل کروں

اسلامی ریاست میں سب کو برابر انصاف ملتا ہے۔ احکام و قوانین کے نفاذ اور فریقین کے درمیان عدل و انصاف سے کام لینے کے معاملات میں سارے افراد یکساں ہیں۔ حتیٰ کہ محمد ﷺ اور آلِ محمد ﷺ بھی اس سے مستثنیٰ نہیں۔

ارشاد نبوی ہے

"تم سے پہلے جو امتیں گزری ہیں وہ اسی لئے تو تباہ ہوئیں کہ وہ لوگ کمتر درجے کے مجرموں کو تو قانون کے مطابق سزا دیتے تھے۔ اور اونچے درجہ والوں کو چھوڑ دیتے تھے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد ﷺ کی جان ہے۔ اگر محمد ﷺ کی اپنی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں ضرور اس کا ہاتھ کاٹ دیتا (بخاری شریف)

مساوات بین المسلمین:

اسلامی ریاست میں تمام مسلمانوں کو مساوی حقوق حاصل ہوتے ہیں۔ رنگ و نسل اور زبان و وطن کی تفریق ختم کر دی گئی ہے۔ کسی فرد گروہ یا کسی طبقے کو اسلامی ریاست میں نہ کوئی امتیازی حقوق حاصل ہیں اور نہ ہی کسی کی حیثیت دوسرے کے مقابلے میں کم کی گئی ہے۔ البتہ فضیلت و اہمیت کا معیار تقوی کو قرار دیا گیا ہے۔

ان اکرمکم عند للہ اتقکم (الحجرات ۱۳) اللہ کے نزدیک تم میں سب سے معززوہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں

"اللہ تمہاری صورتیں اور تمہارے مال نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دل اور تمہارے اعمال دیکھتا ہے

لوگو سن لو تمہارا رب ایک ہے، عربی کو عجمی پر یا عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت نہیں، کالے کو گورے پر نہ گورے کو کالے پر کوئی فضیلت ہے مگر تقویٰ کے لحاظ سے۔"

کفالت عامہ:

فلاحی ریاست کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی رعایا کو کم از کم وہ بنیادی ضروریات لازمی طور پر فراہم کرنے والی ہو جنکی تحدید قرآن مجید میں کی گئی ہے فرمایا:

ان لک الا تجوع فیھا ولا تعری وانک لا تظمئوا فیھا ولا تضحی (طہ ۱۱۸۔ ۱۱۹)

بلاشبہ یہ تمہارا حق ہے کہ تم یہاں نہ بھوکے رہو اور نہ ننگے رہو اور یہ کہ نہ تم پیاسے رہو اور نہ دھوپ کی تپش اٹھاؤ۔

یعنی انسان کے کم از کم بنیادی حقوق و ضروریات چار ہیں۔ روٹی، کپڑا، پانی اور مکان۔ ان بنیادی ضروریات کی فراہمی اسلامی ریاست کی اولین ذمہ داریوں میں شامل ہے۔ کیونکہ شریعت نے اسلامی ریاست کو اپنے تمام شہریوں کا ولی اور سرپرست مقرر کیا ہے۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے

السلطان ولی من لا ولی لہ جسکا کوئی سرپرست نہ ہو اس کی سرپرست حکومت ہے۔

مذکورہ بنیادی ضروریات کی تکمیل کے بعد بشرط گنجائش رعایا کی دیگر ضروریات بھی اسلامی ریاست میں فراہم کی جاتی ہیں۔ جیسا کہ حضور ﷺ نے بیت المال میں گنجائش پر اعلان فرمایا تھا۔

"جو مقروض وفات پائے اس کے قرض کی ادائیگی میرے ذمہ ہے"

کفالت کی وسیع ذمہ داریوں کے بارے میں خلافت راشد کی پوری تاریخ گواہ ہے۔ بالخصوص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تصور اتنا بلند، اس قدر وسیع اور ہمہ گیر تھا کہ آپ فرمایا کرتے تھے۔

"اگر اسلامی مملکت میں کوئی جانور بھی بھوکا مر گیا تو مجھے اندیشہ ہے کہ اللہ کے حضور مجھے اس کے لئے جو... ہونا پڑے گا"۔

غربت و افلاس کے خاتمہ اور کفالت عامہ کی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ ایک فلاحی ریاست دفاع، صحت،

تعلیم، معاشی ترقی کا اہتمام اور اس طرح کی دیگر اجتماعی نوعیت رکھنے والی ضروریات کی تکمیل اور تمدنی ترقی کا خاطر خواہ انتظام بھی کرتی ہے۔ تاکہ انفرادی اور اجتماعی سطح پر ترقی اور خوش حالی ممکن ہوسکے۔

فلاحی ریاست کی ذمہ داریاں:

اسلامی ریاست میں حکومت اسکے اختیارات اور اموال اللہ اور مسلمانوں کی امانت ہیں اور اس امانت میں ذاتی خواہشات کے لئے تصرف کا اختیار نہیں

ان اللہ یامرکم ان تؤد الامانات الی اھلھا و اذا حکمتم بین الناس ان تحکمو بالعدل ان اللہ نعما یعظکم بہ ان اللہ کان سمیعاً بصیراً (النساء ۵۸)

اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتیں اہل امانت کے سپرد کرو اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ کرو۔ اللہ تمہیں اچھی نصیحت کرتا ہے۔ یقیناً اللہ سب کچھ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

حضور ﷺ کا ارشاد ہے

خبردار تم میں سے ہر ایک راعی ہے اور ہر ایک اپنی رعیت کے بارے میں جواب دہ ہے اور مسلمانوں کا سب سے بڑا سردار جو سب پر حکمران ہو وہ بھی راعی ہے اور اپنی رعیت کے بارے میں جواب دہ ہے

(بخاری کتاب الاحکام)

مذکورہ احکامات سے معلوم ہوتا ہے کہ فلاحی ریاست کی ذمہ داریوں میں شامل ہے کہ وہ لوگوں کی جان و مال اور عزت و آبرو کی محافظ ہو۔ اشیاء ضرورت عام اور ارزاں نرخ پر فراہمی کے ساتھ ساتھ دولت کی منصفانہ تقسیم کا اہتمام کرے۔ امن و استحکام اور سلامتی کی ضامن ہو اور حقوق کماحقہ پورے کرے

احتساب و مواخذہ:

اسلامی ریاست کا سربراہ مطلق العنان نہیں ہوتا بلکہ وہ خلیفۃ اللہ اور عوام کا خادم ہونے کی بناء پر اللہ اور عوام کے سامنے جواب دہ ہے۔ اس کے لئے بھی دین کی اطاعت اتنی ہی ضروری ہے جتنی کہ عوام کے لئے ہے۔ اسلامی ریاست کا کوئی فرد خواہ وہ کتنے ہی بڑے عہدے پر کیوں نہ ہو قانون سے بالاتر نہیں ہوسکتا۔ ابن عساکر کا بیان ہے۔ ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ سے ایک بدو کو چوٹ لگ گئی اور یہ بالکل غیر ارادی طور پر ہوا۔ اس بدو نے کہا کہ میں بدلہ لوں گا۔ اس موقعہ پر حضرت جبریل حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وحی سنائی۔

"اے محمد ﷺ تجھے سلام ہو کہ تجھے اللہ نے ظالم اور مغرور بنا کر نہیں بھیجا۔"

اس پر حضور ﷺ نے بدو کو بدلہ لینے کی اجازت دیدی لیکن اس بدو نے کہا اب میں مدعی نہیں رہا۔

احتساب اسلامی ریاست کی ایک بڑی خصوصیت ہے جس سے سربراہ ریاست بھی مستثنٰی نہیں ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ امیر المومنین تھے۔ لیکن ایک عام شہری نے آپ سے پوچھ لیا کہ ہر شخص کو ایک چادر ملی تھی جس سے آپ کا کرتہ نہیں بن سکتا تھا پھر یہ کرتہ کیسے بن گیا۔ تو امیر المومنین کو عوام کے سامنے جواب دہ ہونا پڑا کہ یہ میرے بیٹے کی چادر سے مل کر بنا ہے۔

احمدیہ مووومنٹ، انگریز، یہودی تعلقات
(قسط ۱۴)

AHMADYYA MOVE-
MENT BRITISH-JEWISH
CONNECETION

بادشاہ سے زیادہ انگریز بادشاہ کا وفادار

مرزا غلام احمد قادیانی برطانوی استعمار کا دعا گو تھا۔ اسے خیر خواہی اور دودھوں نہاؤ پوتوں پھلو کی برکت بھری نظروں سے دیکھتا تھا۔ وہ اپنے پیروکاروں کو نصیحت کرتا تھا کہ اس کے ارادت مند انگریز بہادر کے ساتھ وسیع تعاون کریں کیونکہ اس تعاون میں خداوندا (رب قادیان للمترجم) کی طرف سے ان کی نجات اور اس کی خوشنودی ہے۔ انگریزی افواج کی ہل چل۔ ان کی طرف سے توپوں کے داغنے پر بلا شرکت غیرے نظر رکھنا۔ بے کار، نزاعی مذہبی اختلافات پر، اپنی زبان کو گھٹیا طریقے سے چلانا۔ اور عالم اسلام کے مسلمانوں کے قلم کو کھرچ کھرچ کر اپنے مقابلے سے ہٹا دینا۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے فریضے میں شامل تھا۔ مرزا قادیانی لکھتا ہے۔

میری عمر کا اکثر حصہ اس (انگریزی) سلطنت کی تائید و حمایت میں گزرا ہے۔ میں نے ممانعت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں کہ ان کو اگر اکٹھا کیا جائے تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں (کتاب تریاق القلوب از مرزا غلام احمد قادیانی، صفحہ ۱۵ مطبوعہ ۱۸۹۹ء) اپنی ایک دوسری تصنیف میں مرزا غلام احمد قادیانی سوال کرتا ہے اور میں دوبارہ پوچھتا ہوں میری ذات پر گرفت کرنے والے مسلمانوں کے پاس جوش و استقلال اور ثابت قدمی کی کوئی ایسی شہادت موجود ہے؟ جس طریقے سے گزشتہ سترہ سال ۱۸۹۸ - ۱۸۸۱ سے امن و امان کی بحالی اور جہادی ذھنیت کے ساتھ مقابلہ کرنے کے مقاصد کی خاطر حکومت برطانیہ کا میں (مرزا قادیانی) ممدومعاون رہا ہوں (کتاب ستارۂ قیصریہ از مرزا غلام احمد قادیانی صفحہ ۳)

جہاں تک ایک منصفانہ رائے میں قائم کر سکتا ہوں اور اسلامی عقائد پر، روشنی ڈال سکتا ہوں۔ آپ کی تعلیم اور منصفانہ رائے قابل تحسین ہے مجھے اس امر میں کسی بھی قسم کا کوئی شک نہیں کہ اپنی بے گناہی کے ثبوت میں آپ جیسے نیک نام اور ذی وقار استاد کی زبانی آپ کے ان بیانات کو خوش آمدید کہا جائے گا کہ جملہ مسلمان نیک ہیں اور اس ثبوت کے پیش نظر کہ اسلام کے یہ خط و خال (عیاذاً باللہ) بالکل نہیں ہیں جو خطرناک اور شرارتی قسم کے مسلمانوں نے مذہب کے نام پر پردے میں ڈھانپ رکھے ہیں۔ آپ کا رسالہ اور فتویٰ اگر صوبہ سرحد کے اضلاع میں وسیع پیمانے پر پھیلا دیا جائے تو اس سے مجھے بڑی خوشی اور مسرت ہوگی (بہ حوالہ ریویو آف ریلجس قادیان جلد نمبر ۶ اشاعت ۱۹۰۷ء)

"اسلامی خطرے" کے عنوان سے امریکن یونیورسٹی کے پروفیسر ٹائے (Toy) نے بھی عام مسلمانوں کی خیالات کے برعکس بالکل اسی طرح قادیانی جماعت کے جدوجہد کی موعودہ قوت استعمال کی تعریف کی (جریدہ ریویو آف ریلجس جلد نمبر ۵ اشاعت ۵ مئی ۱۹۰۶ء صفحہ ۱۹۰)

رانی وکٹوریہ کی ڈائمنڈ جوبلی منانے کا قادیانی اہتمام:

مرزا غلام احمد قادیانی برطانوی سامراج کے ساتھ اپنی مکمل وفاداری ثابت کرنے کے لئے ہر موقع سے فائدہ اٹھاتا تھا۔ اس نے (اپنی والدہ) رانی وکٹوریہ کی ڈائمنڈ جوبلی منانے کی خاطر ۱۸۹۷ء میں قادیان کے اندر ایک اجتماع بلایا۔ قادیانی رہنماؤں نے دنیا کی چھے زبانوں میں تقریریں کیں۔ ملکہ وکٹوریہ کی فرماں روائی، اس کی درازیٔ عمر اور مہارانی جی کے جلیل القدر راج پاٹ کے استحکام کی خاطر دعائیں مانگی گئیں۔ قادیان کے غریب عوام کو کھانا کھلایا گیا۔ قادیان کی گلیاں اور عبادت گاہیں سے چراغاں جگمگا رہی تھیں بلکہ بقعہ نور کا منظر پیش کر رہی تھیں۔ وائسرائے ہند لارڈ ایلگن Elgin Lord کے نام ۲۰ جون ۱۸۹۷ء کو مبارک باد کا تار ارسال کیا گیا۔ ڈپٹی کمشنر (گورداسپور) کی وساطت سے اس مبارک اور یادگار موقع پر، ایک خوبصورت اور مجلد کتاب تحفۂ قیصریہ کی ایک جلد مہارانی وکٹوریہ کی خدمت میں ارسال کی گئی۔ مذکورہ کتاب کے کچھ نسخے وائسرائے ہند اور لفٹیننٹ گورنر پنجاب کی خدمت میں بھی پہنچا دیئے گئے۔ (بہ حوالہ کتاب تبلیغ رسالت مرتبہ میر قاسم علی قادیانی جلد ششم صفحہ ۱۳۰) مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی ایک عاجزانہ درخواست میں اپنے خاندان کی انگریزی خدمات کا ایک مختصر خاکہ بھی ارسال کیا۔ جس میں انہوں نے اپنے خاندان کی اس دور یعنی (۱۸۵۷ کا دور، للمترجم) کی خدمات کی وضاحت کی۔ اور باغیوں کی مفسدانہ حرکات کے خاتمے کے بعد اس امر کو بیان کیا کہ گورے سامراج کے مقاصد کی تکمیل کی خاطر مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے آپ کو وقف کر رکھا ہے۔ اپنی انگریزی خدمات کو مجمل انداز میں بیان کرنے کے بعد مرزا نے اپنے آپ کو انگریزی سرکار کا خیر خواہ ظاہر کیا۔ حکومت برطانیہ کی رال اور تھوک کو چاٹنے والا، برٹش سرکار کا پکا خیر خواہ۔ مہارانی وکٹوریہ کی طرف سے اس درخواست کی وصولیابی کی اطلاع کا مرزا غلام احمد قادیانی نے انتہائی مشتاقانہ انداز میں انتظار کیا۔ مہارانی وکٹوریہ نے جب مرزا قادیانی کی قدر شناسی کو تسلیم کیا تو موصوف خوشی کے مارے پھول کر کپا ہو گئے۔ اور ملکہ آنجہانی کے صلۂ حق شناسی پر غایت درجہ کا شکریہ ادا کیا۔ رانی وکٹوریہ کی ڈائمنڈ جوبلی کے (یادگار) دن نے برٹش کالونی ہندوستان کے اندر غضب، طیش اور عقوبت کی ایک لہر دوڑا دی۔ ہوا یہ کہ انڈین سول سروس کے مسٹر رانڈ Rand اور لفٹیننٹ آئرسٹ Lt. Ayerst کو ایک ہندو براہمن نے عین اس وقت گولیوں کی آگ برسا کر قتل کر دیا۔ جب گورنمنٹ ہاؤس کی استقبالیہ تقریب کے ختم ہو جانے کے بعد مذکورہ دونوں انگریز افسر اپنے اپنے گھر کو جا رہے تھے۔ انگریزی راج کے خلاف آزردگی، غصے اور ناراضی کا ہندوستان میں یہ ایک انتہا پسندانہ راستہ تھا۔ ۲۲ جنوری ۱۹۰۱ء کو ملکہ وکٹوریہ وفات پا گئیں۔ تو مرزا غلام احمد قادیانی اپنی مذہبی ماں کی موت کے صدمے کی بنا پر گہرے رنج و غم میں ڈوب کر رہ گیا۔ اس نے حسب ذیل الفاظ پر مشتمل حکومت برطانیہ کے نام ایک تعزیتی تار ارسال کیا۔

"ہندوستان کی رحیم، کریم شفیق اور مہربان ملکہ کی وفات اور انگریزی شہنشاہیت کے اس عظیم نقصان کے موقع پر میں (مرزا غلام احمد قادیانی) اپنے گہرے رنج و غم کا اظہار کرتا ہوں

(i) بہ حوالہ گورنمنٹ آف ہوم ڈیپارٹمنٹ بہ نام لارڈ جارج فرانسز ہملٹن۔

(ii) ایم ایم سیکرٹری فار انڈیا نمبر ۲۴ مطابق ۷ مارچ ۱۹۰۱ء بہ عنوان مرزا غلام احمد رئیس بٹالہ کا تار مورخہ ۲۴ جنوری ۱۹۰۱ء
(iii) انڈیا آفس لائبریری لندن میں جمع شدہ خطوط۔

ایک جاسوس اور مخبر نام نہاد نبی:

مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی تحریروں میں برٹش سامراج کی جو قصیدہ گوئی اور ثنا خوانی کی ہے۔ اس کی ان تحریروں کو پڑھتے وقت ابکائی آتی ہے اور جی متلاتا ہے۔ جب اسے انگریز سے بات کرنے کا موقع ملتا ہے تو وہ اپنے آپ کو خوشامدی۔ چاپلوس اور ایک خاکسار ملتجی کی پوزیشن میں ڈھال کر، انگریز سے گفتگو کرتا ہے۔ (۱)

(۱) مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے کارناموں سے متعلق چوبیس صفحات پر مشتمل (۱۸۹۴ء - ۱۸۸۲) تک کے جن کارناموں کا حوالہ پیش کیا ان میں موصوف نے انگریزی سامراج کی تعریف و توصیف، کی (ملاحظہ ہو Memorial to sir william Macworthy - Young Lt. Governor of Punjab) مطابق ۲۴ فروری ۱۸۸۱ء) بعد ازاں مرزا غلام احمد قادیانی بیان کرتا ہے کہ اس نے انگریز کی سیاسی خدمات کا گزشتہ ریکارڈ توڑ دیا ہے۔ عالم اسلام کے مسلمانوں کو اس امر پر ملامت کرنے پر کہ وہ انگریز استادوں کے وفادار، کیوں نہیں بنتے؟ میری یہ دماغ سوزی بھی انگریزی خدمات کا ایک ریکارڈ ہے۔ (انگریزی خدمات کے شوق میں للمترجم) مرزا غلام احمد قادیانی اس حد تک فاصلے عبور کر جاتا ہے کہ اپنے آپ کو وہ انگریزی خدمات کی خاطر بہ طور ایک جاسوس اور مخبر کا کردار ادا کرنے کی ذمہ داری قبول کرنے سے بھی نہیں ہچکچاتا۔ وہ ہندوستان کو دارالحرب فرض قرار دینے والے علماء دین اور مذہبی پیشواؤں کو ظاہر کرنے کی خدمت بجالانے کی بھی استدعا کرتا ہے۔ مرزا قادیانی کہتا ہے کہ مذکورہ علماء دین کا ایمان ہے کہ نماز جمعہ کی خاص نماز کی بجائے ہندوستان میں آخر ظہر کی نماز ادا کیا کریں اس لئے کہ انگریز کی غلامی کے بعد ہندوستان دارالحرب ہے۔ انگریز کے ان پوشیدہ دشمنوں کو ظاہر کرنے کے کے لئے اس نے یکم جنوری ۱۸۹۶ء کو ایک خط شائع کیا کہ جمعہ کے دن پر (مسلمانوں کے لئے للمترجم) قد غن عائد کر دینے کا اعلان کر دیا جائے۔ مسلم علماء کے اکابر کو اس نے کہا کہ وہ جمعہ بند کر دینے کے فتوی جاری کریں۔ مذکورہ خط کے فٹ نوٹ پر اس نے کھلم کھلا لکھا کہ جو علماء دین جمعہ بند کر دینے کے فتوی پر دستخط نہیں کریں گے ایسے علماء حکومت برطانیہ کے دشمن اور اینٹی برٹش مخالف علماء شمار کئے جائیں گے۔
(بہ حوالہ کتاب تبلیغ رسالت جلد پنجم مرتبہ میر قاسم علی قادیانی صفحہ ۶ نیز ملاحظہ ہو وائسرائے آف انڈیا کے نام عرضداشت مطابق یکم جنوری ۱۸۹۸ء) اس جاسوس، نام نہاد نبی نے خداوند خدا کی طرف سے بھیجی گئی حکومت برطانیہ کے بدخواہ لوگوں کے نام ظاہر کرنے کے لئے بھی ہندوستان کے گورنر جنرل کے نام ایک درخواست کے ذریعہ اپنی خدمات کو پیش کیا۔ اور سنجیدگی و متانت سے اس مشورے کا اظہار کیا کہ جمعہ نماز کے خطبوں میں اور دعاؤں میں علماء دین برٹش راج کے اوصاف بیان کریں۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے وائسرائے ہند کو یہ بھی لکھا کہ قادیانی انٹیلیجنس نے ان بیوقوف پاگل اور باغی علماء کی ایک فہرست تیار کر رکھی ہے اگر حکومت (برطانیہ) چاہے تو یہ فہرست اس کے حوالے کی جا سکتی ہے۔ قادیانی انٹیلیجنس کی تیار کردہ اس فہرست کو ہماری دانشمند حکومت مستقبل میں عمل میں لانے کے لئے ملکی مفاد کی خاطر محفوظ کرے۔ اپنے باوا کی اس مثال کے پیش نظر مرزا قادیانی نے انگریز کے مخالف علماء کی فہرست کا ایک ریکارڈ تیار کیا۔ جس میں اس باغی عالم

کا۔ مقام اور ریمارک وغیرہ درج تھے (کتاب تبلیغ رسالت جلد پنجم ترتیب و پیشکش میر قاسم علی قادیانی ص ۱۱)

مرزا غلام احمد قادیانی نے انگریز بہادر کی جاسوسی کے علاوہ مسلم علماء دین کو انتہائی عیاری کے ساتھ بے کار مذہبی مناقشات میں الجھا دیا۔ اس نے علماء کے خلاف، بیہودہ، بدلگام اور غیر مہذب زبان استعمال کی۔ اور علماء کی خصوصیت میں خفیہ قتل کی خصلت کا احیاء کیا۔ ہندوستان بھر میں جو علماء دین انگریز کے خلاف لڑ رہے تھے ان علماء کی مجاہدانہ سر گرمیوں کے خلاف مہم چلانے کے بعد، ہندو اور عیسائی لیڈر شپ کے خلاف کھلی کھلی مباحثانہ جنگ کا ہتھیار لیکر فرقہ وارانہ جنون اور پاگل پن کے اکھاڑے میں اتر آئے۔ تاکہ لڑاؤ اور حکومت کرو کی برطانوی پالیسی پر ٹھیک ٹھیک عمل ہوسکے۔ برطانوی سامراج کو جنگ و قتال کا نشانہ بنانے کے نظریے کو عوام کے ذہن سے ہٹا کر، مرزا غلام احمد قادیانی نے احمدی (قادیانی) کفر و بدعت کی طرف موڑ دیا۔ اس نے اپنے مخالفین کی تذلیل اور ان کے مرجانے کی پیشگوئیاں کیں۔ جب اس کی یہ پیش گوئیاں جھوٹی ثابت ہوئیں تو مرزا نے اپنی پیش گوئیوں کے پورا نہ ہونے کے بارے میں دور از کار، بے سروپا اور فضول قسم کی تاویلات کا سہارا لیا۔ وہ ہمیشہ رنجیدہ اور افسردہ قسم کے نقشے تیار کرتا رہتا۔ اپنی ہر پیشگوئی کے پورا ہوجانے میں مرزا قادیانی کی ضد اور ہٹ دھرمی کی شرمناک خاصیت کو ایک خاص مقام حاصل تھا۔ اگر انصاف کے کسی بھی پہلو سے دیکھا جائے تو یقیناً یہ کہا جاسکتا ہے کہ جین ڈکسن Jean Discon کی پیشگوئیاں مرزا کی پیش گوئیوں کی بہ نسبت کہیں بہتر ثابت ہوتی تھیں۔ وہ اپنے بیانوں میں خاصی محتاط اور درست تھیں۔ نام نہاد پیغمبرانہ مدد کے بل بوتے پر مرزا غلام احمد قادیانی کی بار بار دھرائی گئی طویل پیش گوئیوں کی تفصیل زر تعاون کا حصول تھا۔ منی آرڈرز کی وصولیاں، تحفے تحائف اور چندے نیز اپنے مخالفین کی تذلیل، موت (کی پیش گوئیاں) اور مقدمے بازی کے میدان میں کامرانی بھی اس میں شامل کی جاسکتی ہے) کتاب حقیقت الوحی از مرزا غلام احمد قادیانی مطبوعہ قادیان ۱۹۰۶ء)

مرزا غلام احمد قادیانی کی دلچسپ پیش گوئیوں میں سے ایک پیش گوئی مرزا کی ایک قریبی رشتہ دار حسین و جمیل لڑکی محمدی بیگم کے ساتھ ان کی شادی رچانے کے بارے میں ہے۔ محمدی بیگم کے بارے میں پیش گوئی کی گئی تھی کہ وہ انجام کار مرزا قادیانی کی دلہن بنے گی۔ لیکن ایسا نہ ہوسکا۔ مرزا نے پیش گوئی داغ دی کہ جو شخص محمدی بیگم کے ساتھ شادی کرنے کی جرأت کرے گا وہ مرجائے گا۔ مرزا اپنی پیش گوئیوں میں محمدی بیگم کو آسمانی دلہن کہتا تھا بلیک میل، دھمکیاں، محمدی بیگم کے والد کو راغب کرنے اور بغض کے سارے داؤ پیچ آزما لینے کے باوجود مرزا کی خواہش پوری نہ ہوسکی۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے اس اسکینڈل نے مرزا کے ہندو اور عیسائی دشمنوں کو یہ موقع فراہم کیا کہ وہ ہمارے مقدس نبی ﷺ کی طاہر اور مطہر حیات طیبہ پر محتاط انداز سے حملے کریں۔ کیونکہ مرزا غلام احمد قادیانی اسلام کا مرد غازی کہلانے کے علاوہ اپنے آپ کو محمد رسول اللہ ﷺ کا (عیاذ باللہ) ظل اور بروز یعنی اوتار بھی کہلاتا تھا۔ مرزا کی زندگی ہی میں محمدی بیگم کی شادی مرزا سلطان محمود کے ساتھ کردی گئی۔

باریک نشوونما اور اس کی پشت پناہی:

مذہبی اختلافات میں ترقی استعمار کی پالیسی کا ایک حصہ تھی۔ اس سامراجی پالیسی نے ہندوستانی معاشرے کو

چھوٹے چھوٹے جھگڑالو طبقوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ انگریز کی خفیہ سروس، فحش نگاری، مغلظات نویسی، بدزبان اور اشتعال انگیز کتابیں شائع کرنے پر اپنے تنخواہ دار ایجنٹوں کو اکساتی رہی۔ مذاہب کے اختلافات کو وسیع تر بنانے کی خاطر، وقت کے مذہبی طالع آزما۔ اپنے مخالفین کے حملوں کی مہم چلانے اور ان کے اندر فضول قسم کے مذہبی نزاع اور بحث مباحثے کا انتظام چلانے کی خاطر، پریس کی آزادی کو استعمال کر رہے تھے۔ ۱۸۸۶ء میں حکومت برطانیہ نے وقتی مطبوعات و جرائد کی ۸۹۶۳ تعداد کو رجسٹرڈ کر لیا تھا جن کی تفصیل کچھ یوں ہے۔ اردو زبان کے جرائد ۱۴۵۰۔ بنگالی زبان کے جرائد، ۱۳۵۲۔ ہندی زبان کے ۱۴۳۳۔ انگریزی زبان کے میگزین ۶۴۹ اور علاوہ ازیں دیگر زبانوں کے جرائد اس تعداد پر مستزاد تھے (بہ حوالہ مشنری کانفرنس نیویارک رپورٹ ص۳۱۹ مطبوعہ ۱۸۸۸ء۔) ان میں سے اکثر جرائد مذہبی مباحثات پر مشتمل تھے۔

ہندو عیسائی مذہبی مناقشات میں مرزا غلام احمد قادیانی کی شمولیت کے انداز انوکھے اور نرالے تھے۔ مرزا نے اپنے مخالفین کے ساتھ مبارزت کے لئے اور اد و ظائف کے چیلنج داغے۔ مخالفین پر ملامت کرنے اور انہیں مجرم ٹھہرانے کی خاطر مرزا نے ان کی بربادی کے لئے گالیوں بھری زبان استعمال کی۔ تاکہ انہیں اشتعال دلایا جا سکے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کی اس صلیبی مبارزت کا نتیجہ اسلام کے خلاف تہمت تراشی اور اسلام کو بدنام کرنے کی شکل و صورت میں ظاہر ہوا۔ (بہ حوالہ کتاب ستیارتھ پرکاش اور مرزا غلام احمد قادیانی از مولانا مظہر علی اظہر علیہ الرحمہ مطبوعہ لاہور) پنجاب کے مختلف مذہبی فرقے جو اس سوھنی دھرتی پر مذہبی مناقشات کے میدان میں صف آرا تھے پنجاب کی گوری سرکار، مذکورہ نزاعی مباحث کی قریب سے نگرانی کر رہی تھی۔ ۱۸۹۳ء میں مذہبی فرقوں کے خلاف کشمکش پیدا کرنے کی رپورٹ خصوصاً مرزا غلام احمد قادیانی کی رپورٹ برطانیہ کے افسران بالا تک پہونچا دی گئی۔ ضلع امرتسر میڈیکل مشنری کے انچارج ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک Rev. Henry. Marton. clark کے ساتھ مرزا غلام احمد قادیانی نے دھارمک یدھ رچالیا۔ جس کے نتیجے میں امرتسر شہر کے اندر عبداللہ آتھم اور مرزا غلام احمد قادیانی کے مابین ایک مناظرہ ہوا عبداللہ آتھم جو اس سے قبل سیالکوٹ میں ایکسٹرا کمشنر کے عہدے پر فائز رہ چکا تھا۔ اور اسلام سے مرتد ہو کر عیسائیت اختیار کر لی تھی اسلام اور عیسائیت۔ کے مذہبی موضوع پر مذکورہ مناظرے کی (روائداد پنجاب سرکار کے ہوم ڈیپارٹمنٹ کی کارروائی میں تفصیل سے درج ہے۔ مؤخر الذکر یعنی (مسیحیت) کی طرف سے عبداللہ آتھم اور ڈاکٹر ہنری کلارک نمائندگی کر رہے تھے۔ اور دوسری طرف کی نمائندگی مرزا غلام احمد قادیانی کے پاس تھی۔ دونوں گروہوں کی دو ہفتوں کی بحث بغیر کسی نتیجے کے ختم ہو گئی۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی مخالفت میں بولنے والوں کو یہ کہہ کر، خوف زدہ کر دیا کہ عبداللہ آتھم پندرہ ماہ کے اندر اندر قبل از وقت مر جائیں گے۔ خداوند خدا نے انہیں خواب میں وحی کے ذریعہ بتایا ہے کہ شکست کھا جانے کی صورت میں بطور سزا مرزا کی تذلیل کی جائے اور جھوٹ پر ثابت قدم رہنے کی صورت میں اسے پھانسی پر لٹکا دیا جائے۔ اس کے لئے اجازت دے دی گئی۔ (بہ حوالہ پنجاب گورنمنٹ ہوم ڈیپارٹمنٹ پروسیڈنگ جنوری تا جولائی ۱۸۹۴ء از جے سائیم J. Sine ڈائرکٹر پبلک انسٹرکشن پنجاب بہ توسط چیف سیکرٹری برائے حکومت پنجاب نمبر ۴۵۷ مطابق ۲۲ جنوری ۱۸۹۴ء انڈیا آفس لائبریری لندن) آتھم کے بارے میں مرزا جی کی مقرر کردہ سزا ۴ ستمبر ۱۸۹۴ء کو پندرہ ماہ کی مدت پوری ہو گئی۔ لیکن آتھم کو موت نہ آئی۔ عیسائی مشنریوں نے قادیانیوں کو طنز و تضحیک کا نشانہ بنایا۔ طعنہ زنی کی۔ ان

پر آوازے کسے۔ قادیانیوں کا مذاق اڑایا اور مرزا غلام احمد قادیانی پر جھوٹے، فریبی، دغا باز، ٹھگ اور عیار ہونے کا فتویٰ جائد کیا۔ لیکن مرزا غلام احمد قادیانی بے شرم بن کر آتھم کے بارے میں اپنی خود ساختہ پیشگوئی کے پورا ہو جانے کو ان الفاظ میں ڈھٹائی کے ساتھ بیان کرتا رہا کہ آتھم نے سچائی اور صداقت کی طرف کی رجوع کر کے اپنے آپ کو بچا لیا ہے۔ آتھم کے بارے میں مرزا کی اس پیشگوئی پر "خطرناک جنون" کے عنوان سے روزنامہ سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور نے لکھا "پنجاب میں ایک معروف جنوب پنتی ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ ان دنوں وہ گورداس پور میں رہتا ہے جو اپنے آپ کو مسلمان اور مسیح کہلاتا ہے گزشتہ چند ماہ سے ایک معزز ہم وطن عیسائی کے مرجانے کی پیش گوئیوں نے ایک ہل چل مچا رکھی ہے۔ لیکن یہ مقدر کے کھیل ہیں کہ قادیانی جی کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ نے ایک بد ترین شکل اختیار کر لی کہ وہ لوگ لکفیف وہ آگ میں جل رہے ہیں اور جو سزا کے لائق تباہ ہونے والا تھا وہ ابھی تک زندہ ہے۔ بلاشک و شبہ اس قسم کا جنونی منظر انتظامیہ کی نگرانی سے اوجھل نہیں ہوگا۔ جب وہ (مرزا قادیانی) امن و امان میں خلل اندازی کے قریب الوقوع در پیش آنے کی پیش گوئیوں کو دور دور تک پھیلاتا ہے تو وہ شخص دیگر جنونیوں سے کہیں زیادہ مستعد ہے اور اپنی شخصیت کی وجہ سے کم جنونی نہیں ہے۔ البتہ اس شخص کے لا حاصل تصورات سے کسی قسم کے سیاسی خطرے کا کوئی اندیشہ نہیں ہے۔ لیکن اس کے پاگل پن میں سیاسی خطرے کا طریقہ واردات ضرور موجود ہے۔ یقیناً اس کے اندر علمی قابلیت موجود ہے اس کی تحریریں طویل اور ماہرانہ ہوتی ہے۔ گزشتہ سیاسی خطرات کو پھر سے دوبارہ جمع کر دینے والے نکتے کو ایک شکل و صورت دینے کے جملہ عناصر اس کے پاس موجود ہیں۔ یہ شخص (مرزا غلام احمد قادیانی) کٹڑ مذہبی طبقے میں مرتد اور برائی کے لئے مخصوص ہے۔ اس کی شہرت مدراس جیسے دور دراز علاقوں تک پھیل چکی ہے" (روزنامہ سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور اشاعت ۲۴۔ اکتوبر ۱۸۹۴ء)

مرزا غلام احمد قادیانی نے آتھم کی (پیش گوئی) کی طرح آریہ سماج دھرم کے پیروکار، ایک ریٹائرڈ پولیس آفیسر پنڈت لیکھ رام پشاوری کے ساتھ مباحثے کی نوک جھونک شروع کر دی۔ اور اس کے لئے پیش گوئی کی کہ وہ فروری ۱۸۹۸ء میں مر جائے گا۔ مرزا نے اسے ایک گلاسڑا بھڑا قرار دیا۔ پنڈت لیکھ رام پشاوری کو جلد ہی ۳ مارچ ۱۸۹۷ء کے روز پر اسرار طریقے سے قتل کر دیا گیا۔ پنڈت جی کے قتل نے فرقہ واریت کی اچھی خاصی ٹینشن پنجاب میں پیدا کر دی۔ لیکھ رام سے مرزا قادیانی کے دعاوی کے تفوق کے لئے ایک زوردار فضا مہیا ہو گئی۔ ایک آریہ سماجی نیتا لالہ لاجپت رائے نے بیان دیا کہ ۱۸۹۷ء کے روز لیکھ رام کا قتل آریہ سماج کی تاریخ میں یادگار تاریخی لمحات ہیں۔ آنجہانی ایک پرجوش آریہ سماجی تھا۔ شدھی سبھا نے اس کے لئے اپنے وجود کو نذرانہ عقیدت پیش کیا۔ وہ ایک گنوار تھا۔ لاہور میں اس کا کریا کرم ہوا۔ قتل کا کھوج لگانے کے لئے ایک کمیٹی کا تقرر عمل میں لایا گیا جس کا سب کام لالہ لاجپت رائے کے سپرد کر دیا گیا۔ پولیس اور آریہ سماج نے قتل کا کھوج لگانے کی خاطر اپنے اپنے ایجنٹ مقرر کر دیئے۔ لیکن مسلمانوں نے ان کے منصوبے کو ناکام بنا دیا۔ دو یا تین اشخاص حراست میں لئے گئے لیکن ان سب کو رہا کر دیا گیا کیونکہ کسی بھی مجرم کی شناخت نہیں کی جاسکتی تھی۔ عوام کو باور کرادیا گیا کہ قاتل نے نیک نیتی سے قتل کیا تھا۔ اس کے ثبوت جرم کی وجوہات ٹھیک تھیں۔ پورے لاہور کے مسلمانوں کی ہمدردیاں قاتل کے ساتھ تھیں۔ اور یہ قتل ایک بہت بڑی سازش کا نتیجہ تھا۔ جس میں لاہور کے مولوی حضرات اور وہاں کے

بڑے بڑے روساء نے حصہ لیا تھا۔ دفاع کی خاطر قاتل کو انہی دونوں طبقوں نے پناہ دی تھی۔ اور اس کو بچانے کے لئے اچھا خاصہ تعاون کیا تھا۔

(بہ حوالہ کتاب شری لاجپت رائے کی خود نوشت سوانح حیات، ترتیب و پیشکش ویاچندر جوشی، صفحہ ۷۵ مطبوعہ دھلی ۱۹۶۵ء)

ایک نمائشی تماشے کا بندوبست:

آتھم عیسائی کے رفیق مسٹر ھنری مارٹن کلارک نے یکم اگست ۱۸۹۷ء کو ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ امرتسر کی عدالت میں مرزا غلام احمد قادیانی پر دفعہ ۳۰۷، تعزیرات ہند کے تحت مقدمہ داخل کر دیا۔ اس نے بیان دیا کہ اس کو قتل کرنے کے لئے مرزا قادیانی نے عبدالحمید کو بھیجا تھا۔ یہ مقدمہ جلد ہی ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گورداس پور کی عدالت میں منتقل کر دیا گیا۔ کیونکہ مذکورہ مقدمہ اس کے دائرہ اختیار میں تھا۔ پولیس نے کارروائی کے دوران مرزا غلام احمد قادیانی کے حق میں بیان دلانے کے لئے عبدالحمید پر غلبہ حاصل کر لیا تھا۔ مقدمہ کی بنیاد کمزور ہو کر رہ گئی تھی۔ اس لئے مرزا قادیان کے خلاف آئندہ کے لئے کوئی بھی قدم نہیں اٹھایا جاسکتا تھا۔ یہ ایک تیار کردہ نمائش تھی برطانیہ بہادر عدالتی کاروائی کی نگرانی کررہا تھا۔ کرنل ڈگلس ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گورداسپور اور اس کے بعد عبدالرحیم درد قادیانی نے بتایا کہ پنجاب کی گوری حکومت اس مقدمے کی نگرانی کررہی تھی (عبدالرحیم درد قادیانی کا بیان)

ڈاکٹر کلارک کے مقدمے نے عوام کے اندر پھیلے ہوئے اس یقین کو رفع دفع کر دیا کہ مرزا قادیانی نے اپنی پیشگوئیوں کو پورا کرنے کے لئے اپنے ایجنٹ چھوڑ رکھے ہیں۔ مرزا نے مخالفین کے خلاف دعائیہ چیلنج کو جاری رکھا۔ اپنے دشمنوں کے لئے ذلت تذلیل اور ان کی موت کے اشتلے چھوڑتا رہا یہاں تک کہ پنجاب سرکار نے ۲۴ فروری ۱۸۹۹ء کو اس کے لئے کسی ایسی پیش گوئی کو شائع کرنے سے منع کر دیا کہ جس پیشگوئی میں کسی شخص کی تحقیر و تذلیل میں ملوث ہونے کا پہلو نکلتا ہو۔ مرزا قادیان سے یہ بھی کہا گیا کہ وہ کسی بھی شخص کے غیظ و غضب میں مبتلا ہوجانے میں اپنی ذات کے لئے خداوند خدا کی نمائندگی کے اظہار سے پرہیز کریں اور اجتناب برتیں۔ برطانیہ بہادر کے اس حکم نامے کا مطلب یہ تھا کہ عوام کے مذہبی جنون کی حدت کا جائزہ لیا جائے اور مرزا غلام احمد قادیانی کے مخالف مولانا ابو سعید محمد حسین بٹالوی کے معتقدین کے جوش کو ٹھنڈا کیا جاسکے۔ برطانوی پالیسی میں کوئی تبدیلی نہیں کی گئی تھی بلکہ مذکورہ حکم نامہ کسی حد تک وقفے کی ایک مقداری نوعیت تھی۔ انگریز کے اس وفادار گماشتے نے اس سرکاری حکم نامے کو قبول کیا بلکہ تہہ دل سے تسلیم کرلیا۔ مرزا نے کچھ عرصے تک اس قسم کا ایک لفظ بھی منہ سے نہ نکالا۔ کیا مرزا غلام احمد قادیانی خداوند خدا کی طرف سے مامور تھے؟ کیا خداوند خدا نے اپنی وحی کے ذریعے انگریزی حکم نامے پر اپنی رضامندی کا اظہار کر دیا تھا؟ یہ وہ مستقبل کی پیش گوئیوں بہ طور ایک راز، مخفی رہنے دے اور خود صم بکم بن کر رہ جائے یہ سوالات اس حقیقت کا ایک جیتا جاگتا ثبوت ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی اپنے برطانوی ماسٹروں کی سرتال پر ناچ رہا تھا۔ وہ استعمار کا ماؤتھ پیش یعنی انگریز کے ہونٹوں پر لگے ہوئے سگار کی ایک منہ نال تھا۔ اس کے پاس کوئی خدائی مشن نہیں تھا۔ اس کا مشن ایک ہی تھا کہ وہ انگریز کے بنائے ہوئے سیاسی نقشوں کی تکمیل و تعمیل کرتا رہے۔

محضر نامے اور یادداشتیں

انیسویں صدی کے قریب عیسائی مشنریوں اور آریہ سماجیوں نے دین اسلام کے خلاف ذلیل اور کمینے قسم کے جارحانہ حملوں کا طوفانی دروازہ چوپٹ کھول دیا تھا۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے بھی اپنی تحریروں اور پیش گوئیوں کے ذریعہ فحش گوئی اور گالم گلوچ کا آغاز کر رکھا تھا مسیحیت اور آریہ سماج کے پیروکاروں نے چشم پوشی کے نکتہ نظر کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے (تحریر و تقریر کی) آزادی کو محسوس کر لیا تھا۔ برطانوی نوکر شاہی کے خفیہ ہاتھوں نے حالات کو خراب کرنے اور فضاء کو مشتعل رکھنے کا دو ٹوک فیصلہ کر رکھا تھا۔

ایک مرتد اور اسلام سے برگشتہ شخص ڈاکٹر احمد شاہ جو لندن میں قیام پذیر تھا۔ برطانیہ میں آباد ہونے سے قبل جسے انگریز بہادر نے بہ طور میڈیکل آفیسر لداخ میں تعینات کر رکھا تھا۔ اس مرتد نے نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات و طیبات کے خلاف ایک کتاب لکھ ماری، برطانوی انٹیلیجنس نے اس کتاب کو پنجاب کے ادبی مشن گوجرانوالہ سے طبع کرایا۔ حساس طبقے پر ضرب لگانے نیز ہندوستان کی مسلمان برادری اور مسیحیت کے مابین نفرت کے بیج کاشت کرنے کی خاطر، ڈاکٹر احمد شاہ مرتد کی کتاب "امہات المومنین" کے ایک ہزار نسخے مفت تقسیم کئے گئے۔ لاہور کی انجمن حمایت اسلام نے ۲۶ اپریل کو انگریزی حکومت کے نام ایک میمورنڈم ارسال کیا۔ جس میں یہ مطالبہ کیا گیا تھا کہ اس کتاب کو بہ حق سرکار، ضبط کر لیا جائے۔

(بہ حوالہ:۔ حکومت پنجاب ہوم ڈیپارٹمنٹ پروسیڈنگ نمبر ۲۶-۱۳ فائل نمبر ۱۳۵ مطابق جون ۱۸۹۶ء انڈیا آفس لائبریری لندن

۴ مئی ۱۸۹۸ء کو مرزا غلام احمد قادیانی نے بھی حکومت کے نام ایک یادداشت ارسال کی جس میں التجا کی گئی کہ کتاب امہات المومنین کو ملک دشمن کتاب قرار نہ دیا جائے اور نہ ہی اس کتاب کو حرام ٹھہرایا جائے۔ مرزا قادیانی نے گوری حکومت کو دلائل سے ترغیب دی کہ اس کتاب کو ملک دشمن قرار دینے کی بجائے مذکورہ کتاب امہات المومنین کا جواب تیار کیا جائے۔ انجمن حمایت اسلام کے توجہ دلانے والے محضر نامے پر مرزا قادیانی نے تنقید کی۔ اور حکومت سے التجاء کی کہ وہ انجمن کے محضر نامے کو درخواست نہ سمجھے (بہ حوالہ کتاب تبلیغ رسالت جلد ہفتم صفحہ ۲۱۷ از میر قاسم علی قادیان۔ نیز ملاحظہ ہو، ہوم ڈیپارٹمنٹ پروسیڈنگ مطابق جون ۱۸۹۸ء انڈیا آفس لائبریری لندن)

بقیہ از ۲۴

میں جہاں تک استبداد سے لڑ جانے کا سوال ہے کوئی سی جماعت اس تاب و توانائی کے انسان پیدا نہیں کر سکی ہے۔ ("بوئے گل، نالہ دل، دود چراغ محفل")

درخت ہمیشہ اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ احرار کارکن اور رضاکار جس درخت کا ثمر تھے تاریخ اسے سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے نام سے جانتی ہے ان میں یہ تاب توانائی شاہ جی نے ہی پھونکی تھی۔ جو خود انگریزی استبداد کے لئے دہکتا ہوا الاؤ تھے۔

۲۱ اگست ۱۹۶۱ کو اردو زبان کا یہ خطیب، اعظم مجاہد آزادی، مجاہد ختم نبوت ابدی نیند سو گیا۔ اور ملتان ہی میں آسودۂ خاک ہوا۔

(مولانا عبدالواحد مخدوم (ڈاور، ربوہ)

قادیانی جواب دیں

قسط سوم:

کردار مرزا

سوال نمبر (۲۶)

مرزا غلام احمد قادیانی (مرزائیوں کا نبی) ایک بیگانی معشوقہ کے ذریعے اپنی نفسانی خواہش پوری کرتا تھا۔ چنانچہ مرزائیوں کی معتبر کتاب سیرہ المہدی میں مرزا کا اپنا بیٹا مرزا بشیر احمد ایم اے اپنی ماں عرف (گھسیٹو) کے حوالہ سے لکھتا ہے کہ

(نعوذ باللہ) "حضرت ام المومنین (مرزا کی بیوی) نے ایک دن سنایا کہ حضرت (مرزا) صاحب کے ہاں ایک بوڑھی ملازمہ مسمات بھانو تھی۔ وہ ایک رات جبکہ خوب سردی پڑ رہی تھی حضور (مرزا) کو دبانے بیٹھی۔ چونکہ وہ لحاف کے اوپر سے دباتی تھی اس لئے اسے یہ پتہ نہ چلا کہ جس چیز کو میں دبا رہی ہوں۔ وہ حضور کی ٹانگیں نہیں ہیں۔ (سیرۃ المہدی حصہ سوم، ص ۲۱۰، روایت ۲۸۰)

مرزائیوں سے سوال ہے کہ مرزا کی اس سنت پر اس کے پوتے مرزا طاہر کا بھی عمل ہے یا نہیں؟ اس سے پوچھ کر جواب دیں۔ دوم یہ کہ مرزائیوں کی معتبر کتاب میں یہ حوالہ اسی لئے ہے کہ اس عمل پر اس کی امت خبیثہ بھی عمل کرے۔ ورنہ مرزا کی بات کا کتاب میں لکھنے کا مرزائیوں کو کیا فائدہ؟ کیا ایسا بد کردار انسان کسی پیشوائی کا مستحق ہو سکتا ہے۔

حدیث کے مطابق ایسے کردار والے شخص پر لعنت آئی ہے۔ تو مرزا بھی اس عمل بد کی وجہ سے ملعون ہوا ہے یا نہیں؟

سوال نمبر ۲۷:

مرزا قادیانی کا دعویٰ ہے کہ میرا کنجریہ عورتوں سے کئی بار تجربہ ہوا ہے۔ چنانچہ لکھتا ہے کہ

" یہ میرا ذاتی تجربہ ہے کہ بعض عورتیں جو قوم کی چوہڑی یعنی بھنگن تھیں جن کا پیشہ مردار کھانا اور ارتکاب جرائم کام تھا انہوں نے ہمارے روبرو بعض خوابیں بیان کیں اور وہ سچی نکلیں۔ اس سے بھی عجیب تر یہ کہ بعض زانیہ عورتیں اور قوم کے کنجر جن کا دن رات زناکاری کام تھا ان کو دیکھا گیا کہ بعض خوابیں انہوں نے بیان کیں اور وہ پوری ہو گئیں۔

(حقیقت الوحی ص ۵، خزائن ج ۲۲ قدیم ص ۳، و توضیح مرام ص ۴۷، خزائن ص ۹۵ ج ۳، چھوٹی تختی جدید ص ۶۶ و تجلیات الٰہیہ آخری صفحہ ص ۲۴، خزائن ص ۴۱۶ ج ۲۰ و تحفہ گولڑویہ حاشیہ ص ۷۲، خزائن ۱۶۸ ج ۱۷)

مرزا نے اپنی ان چار کتابوں میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ میرا کنجریوں زانیہ اور بدمعاش عورتوں سے ذاتی تجربہ ہوا ہے۔ مرزائیوں سے سوال یہ ہے کہ مرزا نے جو کنجریوں اور زانیہ عورتوں سے ذاتی تجربہ کیا تھا وہ ان کے گھر جا کر کیا تھا؟ یا انکو اپنے گھر میں بلا کر کیا تھا؟ کیا کنجریہ اور زانیہ فاحشہ عورتوں سے ذاتی تجربہ کرنے والا شخص شریف انسان

ہوسکتا ہے۔ نیز کیا تمہارا مرزا کنجریوں سے ذاتی تجربہ کرنے کے لئے ہی آیا ہے یا کوئی دوسرا مقصد ہے؟

مرزا کا تھیٹر دیکھنا: سوال نمبر ۲۸:

مرزا کا مرید مفتی محمد صادق لکھتا ہے کہ

"(میں) امرتسر میں ایک شب دس بجے کے قریب ایک تھیٹر میں چلا گیا جو کہ مکان کے قریب ہی تھا۔ اور تماشہ ختم ہونے پر دو بجے رات کو آیا۔ صبح منشی ظفر احمد صاحب نے میری عدم موجودگی میں حضرت صاحب کے پاس میری شکایت کی کہ مفتی محمد صادق صاحب رات تھیٹر چلے گئے تھے۔ حضرت صاحب نے فرمایا ایک دفعہ ہم بھی گئے تھے۔ تاکہ معلوم ہو کہ وہاں کیا ہوتا ہے۔ اس کے سوا اور کچھ نہیں فرمایا۔

(ذکر حبیب ص ۱۸ مصنفہ مفتی محمد صادق قادیانی)

تھیٹر دیکھنا مرزا قادیانی کی سنت ہے مرزائیوں سے سوال ہے کہ مرزا کے اس عمل کو وہ سنت سمجھتے ہیں یا نہیں؟ اگر سمجھتے ہیں تو اقرار کریں اور اس کا اعلان کریں۔ سنت نہیں سمجھتے تو وجہ بتلائیں؟ کیونکہ نبی کے عمل ہی کو سنت کہا جاتا ہے۔ لیکن یہ علیحدہ بات ہے کہ جیسا جھوٹا نبی تھا ویسی ہی اس کی سنت سامنے آئی؟ کیا تھیٹر دیکھنا نیک آدمیوں کا کام ہوتا ہے یا بُروں کا؟ کیا بُرا آدمی مجدد مہدی یا نبی ہوسکتا ہے؟

سوال نمبر ۲۹:

کنجری کی زنا کی کمائی کا روپیہ مرزا نے کھایا:

مرزا بشیر احمد لکھتا ہے کہ انبالہ کے ایک شخص نے حضرت (مرزا) صاحب سے فتویٰ دریافت کیا کہ میری ایک بہن کنچنی (کنجری) تھی۔ اس نے اس حالت میں بہت سا روپیہ کمایا پھر وہ مر گئی اور مجھے اس کا ترکہ ملا۔ مگر بعد میں مجھے اللہ تعالیٰ نے توبہ اور اصلاح کی توفیق دی۔ اب میں اس مال کو کیا کروں؟ حضرت صاحب (مرزا) نے جواب دیا کہ "ہمارے خیال میں اس زمانہ میں ایسا مال اسلام کی خدمت میں خرچ ہوسکتا ہے۔...... ہم یہ کہتے ہیں کہ اس روپیہ کو خدمت اسلام میں لگایا جاسکتا ہے۔" سیرۃ المہدی حصہ اول ص ۲۶۱-۲۶۲ روایت نمبر ۲۷۲)

جیسا نبی تھا ویسا ہی مال اس کے لئے مناسب تھا چنانچہ کنجری کی زنا کی کمائی کا ناپاک مال مرزا کے لئے اور مرزا کے مذہب کے لئے منتخب ہوا۔ مرزائیوں سے سوال ہے کہ آج بھی زنا کی کمائی کا ناپاک مال مرزائی مذہب کے لئے جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو خیر۔ مگر مسلہ یہ ہے کہ ایک من پاک اور خالص دودھ میں اک قطرہ پیشاب ڈال دیا جائے تو تمام دودھ ناپاک ہوجائے گا۔ اس طرح ناپاک پیسے سے مرزائی مذہب ناپاک ہوا۔ اگر جائز نہیں تو مرزا نے ایسا کیوں کیا؟ نیز اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو پاکیزہ چیزیں استعمال کرنے کا حکم فرمایا تھا۔

یا ایہا الرسل کلوا من الطیّبٰت و اعملوا صالحا۔ (پ ۱۸ المومنون ع ۳)

اے رسولو، پاک ستھری چیزیں کھاؤ اور اچھے کام کرو۔

مگر مرزا نے اس کے خلاف کیا۔

مرزا زانی تھا: سوال نمبر ۳۰:

قادیان کے مرزائی اخبار میں ہے۔

"حضرت مسیح موعود (مرزا) ولی اللہ تھے اور ولی اللہ بھی کبھی کبھی زنا کر لیا کرتے ہیں اگر انہوں نے (مرزا) کبھی کبھار زنا کر لیا تو اس میں حرج کیا ہوا؟" پھر لکھا ہے "ہمیں حضرت مسیح موعود (مرزا) پر اعتراض نہیں کیونکہ وہ کبھی کبھی زنا کر لیا کرتے تھے۔ ہمیں اعتراض موجودہ خلیفہ (مرزا بشیر الدین محمود ابن مرزا غلام احمد قادیانی) پر ہے۔ کیونکہ وہ ہر وقت زنا کرتا رہتا ہے۔ (روزنامہ الفضل مورخہ ۳۱ اگست ۱۹۳۸ء) اس حوالہ سے مرزا کا زانی ہونا معلوم ہوا۔ سوال یہ ہے کہ زنا کرنا ولیوں کا کام ہے یا بدمعاشوں اور بروں کا؟ کیا زنا اور ولایت اور نبوت اکٹھے جمع ہو سکتے ہیں۔

مرزا شرابی بھی تھا:

سوال نمبر ۳۱:

قادیان کے قادیانی اخبار میں لکھا ہے کہ مرزا ایک ٹانک استعمال کیا کرتا تھا جس کا نام پلومر کی ٹانک وائن (مردمی طاقت دینے والی شراب) تھا اور ایک موقعہ پر اس نے اپنے ایک دوست کو لکھا کہ وہ لاہور سے خرید کرا سے بھیج دے۔ دوسرے ایک دو خطوط میں یاقوتی کا ذکر ہے۔ موجودہ مرزا (بشیر الدین محمود احمد) نے خود اعتراف کیا ہے کہ اس کے باپ (مرزا غلام احمد) نے پلومر کی ٹانک وائن ایک دفعہ استعمال کی تھی اور وہ ایک ایسا انسان تھا جسے رنگین مزاج کہہ سکتے ہیں چنانچہ میری رائے میں یہ حصہ بھی قابلِ اعتراض نہیں۔ (روزنامہ الفضل، قادیان، مورخہ ۱۵ جون ۱۹۳۵) اس حوالہ سے معلوم ہوا کہ مرزا پلومر کی ٹانک وائن اعلیٰ نمبر کی شراب استعمال کرتا تھا۔ مگر قران مجید میں شراب کے متعلق ارشادِ ربانی ہے "رجس من عمل الشیطن فاجتنبوہ (پ ۔ ۷ المائدہ ع ۱۲) کہ شراب ناپاک ہے اور عمل شیطان ہے سو اس سے بچتے رہو۔ یعنی شراب شیطان کا عمل اور اسکا ہتھیار ہے جو پیتا ہے وہ انسان شیطان کا ہتھیار بن جاتا ہے اور شیطان کے ہتھیاروں سے بچنا ضروری ہے۔ تو مرزا شراب پی کر شیطان کا ہتھیار ہوا۔ شیطان کا ہتھیار مرزا جہنمیوں کا امام تو بن سکتا ہے مگر جنتیوں اور مسلمانوں کا امام نہیں بن سکتا۔ کیا جواب ہے؟

نوجوان کنواری لڑکیوں سے تعلق:

سوال نمبر ۳۲:

مرزا غلام احمد قادیانی غیر محرم نوجوان کنواری لڑکیاں اپنے گھر میں کچھ عرصہ کے لئے رکھتا تھا ان سے فائدہ اٹھانے کے بعد اور جگہ ان کی شادیاں کر دیتا تھا۔ دیکھیے (سیرۃ المہدی حصہ اول ص ۲۵۹ روایت نمبر ۲۶۸) مرزائیوں سے سوال یہ ہے کہ بیگانی غیر محرم پھر نوجوان پھر خوبصورت لڑکیاں اپنے گھر میں رکھنے کا کیا مقصد تھا؟ کیا یہ کسی نبی کی سنت ہے؟ یا بدمعاش اور گمراہ اور زانیوں کی ایسی عادت ہوتی ہے؟

غیر محرم ننگی عورت اور مرزا ایک کمرہ میں:

سوال نمبر ۳۳:

ایک مرتبہ مرزا کی ایک خادمہ مرزا کے اپنے کمرہ میں اور مرزا کی موجودگی میں اور پھر وہ تمام کپڑے اتار کر نہا

رہی تھی۔ اور مرزا اسے دیکھ رہا تھا کہ اچانک ایک اور عورت ادھر آنکلی۔ اور اس نے اس نہانے والی عورت کو خوب سخت سست کہا کہ تونے کیا کام کیا ہے؟ کہ تمام کپڑے اتار کر اور پھر مسیح موعود کی موجودگی میں اس کے بالکل سامنے نہا رہی ہے۔ تو اس عورت نے کہا کہ مسیح موعود کو کم نظر آتا ہے۔ اس لئے اس کو کچھ دکھائی نہیں دیتا (یعنی مرزا کو نظر کچھ نہیں آتا اس لئے مرزا سے پردہ کی ضرورت نہیں (مفہوم عبارت کتاب ذکر حبیب ص ۳۸۔ ۳۹ مصنفہ مفتی محمد صادق قادیانی)

مرزائیوں سے سوال یہ ہے کہ ننگی حالت میں بیگانی عورت اور مرزا ایک کمرہ میں کیوں پکڑے گئے؟ اگر اس عورت کے عقل ٹھکانے نہ تھا تو مرزا صاحب باہر تشریف لے آتے کیونکہ اس کا تو دماغ صحیح تھا۔ یا ماننا پڑے گا کہ دونوں کی عقل ٹھکانے نہ تھی۔ اگر دماغ مرزا صحیح تھا تو پھر معلوم ہوتا ہے دال میں کچھ کالا کالا ضرور ہے۔

نوٹ: کیریکٹر مرزا کے تفصیلی بیان کے لئے ہماری معرکتہ الاراء کتاب "کذبات مرزا" کے حصہ سوم کا مطالعہ فرمائیں۔ جو بخاری اکیڈمی ملتان سے عنقریب شائع ہو رہی ہے۔

مرزا کے نزدیک حرامی شرابی زانی اور چور ڈاکو بھی نبی ہوسکتا ہے:

سوال نمبر ۳۴:

مرزا غلام احمد قادیانی لکھتا ہے کہ مثلاً "ایک شخص جو قوم کا چوہڑہ یعنی بھنگی ہے اور ایک گاؤں کے شریف مسلمانوں کی تیس چالیس سال سے یہ خدمت کرتا ہے کہ دو وقت ان کے گھروں کی گندی نالیوں کو صاف کرنے آتا ہے اور ان کے پاخانوں کی نجاست اٹھاتا ہے اور ایک دو دفعہ چوری میں بھی پکڑا گیا ہے اور چند دفعہ زنا میں بھی گرفتار ہو کر اس کی رسوائی ہو چکی ہے اور چند سال جیل خانہ میں بھی قید رہ چکا ہے۔ اور چند دفعہ اسے برے کاموں پر گاؤں کے نمبرداروں نے اس کو جوتے بھی مارے ہیں اور اس کی ماں اور دادیاں اور نانیاں ہمیشہ سے ایسے ہی نجس کام میں مشغول رہی ہیں۔ اور سب مردار کھاتے اور گوہ اٹھاتے ہیں اب خدا تعالیٰ کی قدرت پر خیال کر کے ممکن تو ہے کہ وہ اپنے کاموں سے تائب ہو کر مسلمان ہو جائے اور پھر یہ ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ کا ایسا فضل اس پر ہو کہ وہ رسول اور نبی بھی بن جائے۔ اور اسی گاؤں کے شریف لوگوں کی طرف دعوت کا پیغام لیکر آئے اور کہے کہ جو شخص تم میں سے میری اطاعت نہیں کریگا خدا اسے جہنم میں ڈالے گا۔" (تریاق القلوب ص ۱۳۳، ۱۵۲، خزائن ص ۲۷۹ ج ۱۵)

اس حوالہ سے معلوم ہوا کہ مرزا کا یہ اعتقاد تھا جو انسان زنا میں بھی پکڑا گیا اور اس کی خوب رسوائی بھی ہو چکی چوری میں بھی پکڑا گیا۔ نشہ کرتے ہوئے بھی پکڑا گیا۔ وہ خود اور اسکی ماں دادیاں نانیاں سب ایسے ہی نجس کاموں میں مشغول رہی ہیں۔ سب مردار حرام کھاتے ہیں وغیرہ وغیرہ تو ایسا انسان توبہ کر لے تو نبی بن سکتا ہے۔ رسول ہوسکتا ہے لیکن کہتا ہے کہ پہلے کبھی ایسا ہوا نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے ممکن ہے۔ مرزائیوں سے سوال یہ ہے کہ مرزا کے اس اعتقاد پر مرزائیوں کا بھی ایمان ہے یا نہیں؟ کیا موجودہ مرزائیوں کے نزدیک چور ڈاکو نشئی مردار حرام کھانے والا زنا سے پیدا ہونے والا انسان نبی ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اگر ہوسکتا ہے تو خیر مرزا کو بھی ایسا ہی مان لو کچھ حرج نہیں ہے۔ اگر نہیں ہوسکتا تو مرزا کے اس عقیدے کا انکار کیوں؟ مرزا کی انگریزی نبوت کے لئے کیا یہ کافی نہیں کہ مرزا کو بھنگی نشئی حرامی زانی نبوت کا ڈاکو اور چور مان لیا جائے؟ کیوں کہ مرزا کے نزدیک نبوت اور زنا ڈاکہ

شراب پینا حرام اور مردار کھانا خود حرامی ہونا ایک جگہ جمع تو سکتے ہیں۔ کیا یہی نبوت کی تعریف اور عظمت ہے۔؟

خود محمد اور احمد ہونے کا دعوی:

سوال نمبر ۳۵:

(۱) مرزا قادیانی کہتا ہے کہ آدم سے لیکر اخیر تک جس قدر نبی گزر چکے ہیں سب کے نام میرے نام رکھ دیئے اور سب سے آخری نام پر میرا عیسی موعود اور احمد اور محمد معہود رکھا۔ اور دونوں ناموں کے ساتھ بار بار مجھے مخاطب کیا۔ (چشمہ معرفت ص ۳۲۸)

(۲) دوسری جگہ لکھتا ہے کہ "دنیا میں کوئی نبی نہیں گزرا جس کا نام مجھے نہیں دیا گیا۔...... میں آدم ہوں۔ میں نوح ہوں۔ میں ابراہیم ہوں۔ میں اسحاق ہوں۔ میں یعقوب ہوں۔ میں اسمٰعیل ہوں میں موسیٰ ہوں۔ میں داؤد ہوں۔ میں عیسیٰ ابن مریم ہوں، میں محمد ﷺ ہوں"۔ (حقیقت الوحی تتمہ ص ۵۲۱ قدیم ص ۸۴)

(۳) تیسری جگہ لکھتا ہے "منم مسیح زماں و منم کلیم خدا   منم محمد و احمد کہ مجتبی باشد

تریاق القلوب ص ۶ خزائن ص ۱۳۴ ج ۱۵ قدیم ۵)

یعنی میں اس زمانے کا مسیح ہوں اور کلیم خدا ہوں۔ اور میں ہی محمد اور احمد مجتبی ہوں۔

(۴) چوتھی جگہ لکھا ہے کہ

محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں
اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شان میں
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل
غلام احمد کو دیکھے قادیاں میں

اخبار بدر قادیان ۲۵ اکتوبر ۱۹۰۶

(۵) پانچویں جگہ لکھتا ہے کہ: "میرا نام محمد اور احمد ہوا۔ پس نبوت اور رسالت کسی دوسرے کے پاس نہیں گئی۔ محمد کی چیز محمد کے پاس ہی رہی۔" (ایک غلطی کا ازالہ آخری صفحہ نمبر ۱۵)

(۶) چھٹی جگہ لکھتا ہے کہ "محمد رسول الله ولذین معه اشداء علی الکفار رحماء بینهم اس وحی الٰہی میں میرا نام محمد رکھا گیا۔ اور رسول بھی" (ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۲)

(۷) ساتویں جگہ لکھا ہے کہ "مسیح موعود مرزا خود محمد رسول اللہ ہے۔ جو اشاعت اسلام کے لئے دوبارہ دنیا میں تشریف لائے اس لئے ہم کو کسی نئے کلمہ کی ضرورت نہیں ہے۔ ہاں اگر محمد رسول اللہ کی جگہ کوئی اور آتا تو ضرورت پیش آتی (کلمۃ الفصل ص ۱۵۸ مصنفہ مرزا بشیر احمد ابن مرزا غلام احمد قادیانی)

مرزا غلام احمد قادیانی نے جھوٹ اور دھوکہ بازی سے کام لیتے ہوئے خود ہی محمد اور احمد ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ حالانکہ یہ دونوں نام ہمارے نبی رحمۃ للعلمین شفیع المذنبین ﷺ کے ذاتی نام ہیں۔ چنانچہ آپ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں

ان لی اسماء انا محمد وانا احمد اناالماحی الذی یمحوا الله بی الکفر واناالحاشر الذی یحسرالناس علی قدمی وانا العاقب والعاقب الذی لیس بعده نبی (بخاری مسلم مشکوٰة)

حضرت جبیر بن مطعم سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا۔ فرماتے تھے کہ "میرے کئی ایک نام ہیں، میں محمد ہوں، احمد ہوں، اور ماحی ہوں جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کفر مٹا دیتا ہے اور میں حاشر ہوں کہ لوگ میرے قدموں پر اٹھائے جائیں گے۔ اور میں عاقب ہوں اور عاقب وہ ہے جس کے بعد نبی نہ ہو"۔ اس حدیث نبوی سے معلوم ہوا کہ محمد اور احمد نبی پاک ﷺ کے اسماء مبارک ہیں۔ مرزا قادیانی بھی اس کا اقرار کرتا چنانچہ لکھتا ہے کہ "نبی ﷺ کے دو نام تھے ایک محمد ﷺ دوسرا احمد ﷺ اور اسم محمد جلالی نام تھا...... لیکن اسم احمد جمالی نام تھا"۔ (تریاق القلوب ص ۳۳۹)

سوال یہ ہے کہ مرزا کہتا ہے کہ تمام نبیوں کے نام مجھے دیے گئے۔ مرزائی امت جواب دے کہ تمام نبیوں کے نام مرزا کو کس لئے دیئے گئے؟ نام دیے جانے کا کیا مطلب ہے؟ کیا یہ مطلب ہے کہ تمام نبیوں کا مجسمہ نعوذ باللہ مرزا قادیانی بن کے آیا ہے؟ کیا انبیاء کی یہ شدید گستاخی نہیں ہے؟ کیا کسی سچے نبی نے ایسا دعویٰ کیا ہے کہ تمام نبیوں یا کچھ نبیوں کے نام مجھے دیے گئے ہیں۔ کیا ایسا ثبوت سچے نبیوں میں کہیں مل سکتا ہے؟ محمد اور احمد نبی کریم ﷺ کے دو ذاتی نام ہیں۔ اس نے کہا یہ بھی میرے نام ہیں بلکہ اس نے کہا کہ میں ہی محمد ﷺ دوسری بار دنیا میں آیا ہوں ایک ہی وجود دوسری بار پھر آیا ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ بتاؤ اس سے بڑی رسول پاک کی کوئی اور گستاخی ہو سکتی ہے؟

دیکھیے مرزا بشیر نے بھی یہی گستاخی کی ہے کہتا ہے "پس مسیح موعود (مرزا) خود محمد رسول اللہ ہے۔ جو اشاعت اسلام کے لئے دوبارہ دنیا میں تشریف لائے اس لئے ہم کو کسی نئے کلمہ کی ضرورت نہیں۔ ہاں اگر محمد رسول اللہ کی جگہ کوئی اور آتا تو ضرورت پیش آتی۔"

سوال یہ ہے کہ دوبارہ آنے کا کیا مطلب ہے؟ کیا وہی وجود آنحضرت ﷺ روضہ رسول مدینہ طیبہ سے نکل کر قادیان میں آیا ہے؟ اگر یہی مطلب ہے تو حاجی لوگوں کا روضۂ رسول پر جانا بے سود ہوگا؟ ایک سوال یہ ہے کہ کلمہ پڑھتے وقت محمد سے مراد مرزا کو لیتے ہو یا آنحضرت ﷺ کو؟ اگر محمد رسول اللہ میں محمد سے مراد آنحضرت ﷺ کو ہی لیتے ہو تو پھر اس کے خلاف مرزا کہتا ہے کہ وحی الہیٰ "محمد رسول اللہ والذین معہ" میں محمد سے مراد میں مرزا ہوں۔ تو اسکا کیا جواب ہوگا اور مرزا کا دعویٰ محمد ہونے کا پھر اس کا کیا فائدہ ہوگا؟ اور کیا فائدہ ہوا؟ اور اگر محمد رسول اللہ میں محمد سے مراد مرزا کو لیتے ہو تو مسلمانوں کو کیوں دھوکہ دیتے ہو کہ ہم تمہارے جیسا ہی کلمہ پڑھتے ہیں۔ کیا یہ تمہارا واضح جھوٹ۔ دھوکہ بازی، فریب اور منافقت نہیں ہے؟

حضرت موسیٰ فوت نہیں ہوئے آسمان پر زندہ موجود ہیں :

سوال نمبر ۳۶:

مرزا غلام احمد قادیانی کا عقیدہ تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام آسمانوں پر زندہ موجود ہیں اور فوت نہیں ہوئے۔ چنانچہ لکھتا ہے کہ

بقیہ ۱۹ پر

مرسلہ: محترم لطیف الفت (راولپنڈی)

نوادرات

استیصالِ مرزائیت کے لئے مجلسِ احرار اسلام کی شاندار خدمات پر مولانا اشرف علی تھانوی اور مولانا محمد منظور نعمانی رحمہم اللہ کا خراجِ تحسین

شعبۂ تبلیغ مجلس احرار اسلام ۱۹۳۴ میں قائم ہوا اور فتنۂ مرزائیت کے استیصال کے لئے شاندار خدمات انجام دیں آج بھی احرار کا یہ شعبہ اپنے شاندار ماضی کا امین ہے۔ جس طرح ۱۹۳۴ء میں احرار نے قادیان میں مرکزاسلام "مدرسہ ختم نبوت و مسجد" قائم کی بالکل اسی طرح ربوہ میں ۱۹۷۶ء میں "مسجد احرار، مدرسہ ختم نبوت" قائم کیا۔ شعبہ تبلیغ کے تحت مبلغین رَدِ قادیانیت کے محاذ پر سرگرم عمل ہیں۔ ربوہ میں ابن امیر شریعت حضرت پیرجی سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم کی نگرانی میں کارکنان احرار فتنۂ قادیانیت کی سرکوبی کے لئے جہد عمل میں مصروف ہیں۔ ملک بھر میں تقریباً ۲۵ تعلیمی ادارے اسی شعبہ کے تحت کام کر رہے ہیں۔ ایک ماہنامہ "نقیب ختم نبوت" کے نامِ خوش نام سے گزشتہ دس برس سے قلمی محاذ پر جہاد کر رہا ہے۔ علاوہ ازیں فتنۂ قادیانیت کے ردّ میں تقریباً ۳۰ کتابیں شعبۂ تبلیغ نے شائع کی ہیں۔ احباب و قارئین اور جمیع مسلمانوں کو دعوت دی جاتی ہے کہ وہ مجلس احرار اسلام کے اس تعلیمی، تبلیغی اور اشاعتی جہاد میں مالی و اخلاقی تعاون فرمائیں۔ ذیل میں ماہنامہ "الفرقان" لکھنؤ ربیع الاوّل ۱۳۵۳ھ کے شمارہ سے دو اہم نوادر پیش کئے جا رہے ہیں

(۱) شعبۂ تبلیغ مجلس احرار اسلام

* حضرت مولانا محمد منظور نعمانی قدس اللہ سرہ العزیز، مدیر "الفرقان" کے قلم سے شعبۂ تبلیغ مجلس احرار اسلام کی خدمات پر تحسین اور تعاون کی اپیل ہے۔

(۲) حضرت حکیم الامت قدس سرہ کا مکتوب گرامی

* حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کا مکتوب گرامی، بنام رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی رحمہ اللہ۔ یہ مکتوب بھی شعبۂ تبلیغ مجلس احرار اسلام کی طرف سے استیصالِ مرزائیت کے سلسلہ میں خدمات پر تحسین تعاون اور دعاء پر مبنی ہے۔

یہ دونوں نوادر ہمارے کرم فرما محترم لطیف الفت صاحب (راولپنڈی) نے ارسال کئے ہیں۔ (مدیر)

شعبۂ تبلیغ مجلس احرار اسلام لاہور

احرار کے شعبۂ تبلیغ نے فتنۂ مرزائیت کے استیصال کے سلسلہ میں جو زریں خدمات انجام دی ہیں وہ اخبار بیں طبقہ کے لئے کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ علیٰ وجہ البصیرت کہا جاسکتا ہے کہ آغاز مرزائیت سے اب تک علماء اسلام کی مجموعی مساعی نے جو کام نہیں کیا تھا وہ سرفروشان احرار کی ایک سال کی جدو جہد نے کر دکھایا اور اس کا احساس ہم سے زیادہ خود فرزندان مرزائیت کو ہے۔ خلیفہ محمود کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ احرار کو اپنی

جماعت کے لئے "ملک الموت" سمجھ رہے ہیں۔

لیکن یہ دنیا عالم اسباب ہے اور یہاں کا کوئی کام بغیر پیسے کے نہیں چل سکتا۔ بالخصوص اس وقت استیصال مرزائیت کا جو پروگرام احرار کے سامنے ہے اس کی کامیابی سرمایہ کی فراوانی ہی پر منحصر ہے۔ میں تمام اہل اسلام سے عموماً اور ناظرین "الفرقان" سے خصوصاً آقائے کونین ﷺ کی نبوت اور ختم نبوت کے تحفظ کے نام پر اپیل کرتا ہوں کہ وہ شعبۂ تبلیغ کے اس خالص مذہبی جہاد کو کامیاب بنانے کے لئے پوری ہمت کے ساتھ اس کی مالی امداد کریں۔ مجھے یقین ہے کہ آپ کا پیسہ اس میں صرف ہوگا وہ ضائع نہیں جائے گا۔ ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین میں آپ حضرات کی ترغیب اور تشویش کے لئے یہ عرض کرنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں سمجھتا کہ انجمن اشاعت اسلام بریلی نے میری تحریک پر پچاس روپیہ شعبہ کو دیئے ہیں جس میں ایک حقیر سا حصہ میرا بھی شامل ہے جو حضرات اس گزارش پر کوئی چھوٹی بڑی رقم مجلس احرار کو بھیجیں وہ اگر مجھ کو اطلاع دیدیں تو مجھے مسرت ہوگی۔ منی آرڈر، سیکرٹری شعبۂ تبلیغ مجلس احرار اسلام لاہور کے پتہ پر کرنا چاہیے اور اس کے کوپن میں یہ تصریح کر دی جائے کہ یہ شعبۂ تبلیغ کے لئے ہے۔

اس کے بعد اس سلسلہ میں حکیم الامت مدظلہ کا وہ مکتوب گرامی بھی درج کیا جاتا ہے جو آں ممدوح نے صدر مجلس احرار حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب لدھیانوی کے نام لکھا تھا اور جواب سے پہلے اخبارات میں چھپ چکا ہے۔

حضرت حکیم الامت کا مکتوب گرامی

بخدمت مکرمی مولانا حبیب الرحمن صاحب دام فضلہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ

عنایت نامہ پہنچا۔ مجلس احرار کا شعبۂ تبلیغ دفع مضرت قادیانیت کے لئے جو نصرت اسلام کر رہا ہے

۱۔ وہ سب اہل اسلام کا فریضہ ہے جس کو مجلس احرار نے اپنے ذمہ لیا ہے

۲۔ خصوصاً اس کی یہ تجویز کہ قادیان کے اندر مسجد و مدرسہ و دفتر ہو اور قادیان کے قریب جلسہ کی جگہ ہو نہایت پُر مصلحت ہے

۳۔ مقصود بالا میں اس کی امداد تمام مسلمانوں پر بقدر استطاعت واجب ہے۔ یہ تینوں دعوے نصوص سے متاید ہیں۔

اما الاوّل فلقولہ تعالے و من اظلم ممن افتریٰ علی اللہ کذباً اوقال اوحی الیّ ولم یوح الیہ شئی، الایہ بانضمام قولہ علیہ اسلام من رایٰ منکم منکر افلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ الحدیث

آیت سے غیر نبی کے دعویٔ نبوت کا جو کہ افترا علی اللہ ہے ظلم عظیم ہونا اور اس ظلم کا منکر شدید ہونا اور حدیث سے اس منکر کی تغیر کا بقدر استطاعت واجب ہونا ظاہر ہے۔

اما الثانی فلقو لہ تعالے ولا یزال الذین کفر و اتصیبہم بما صنعو؛ قارعۃ اوتحل قریباً من دارھم الایتہ و دلا لتہ غیر خفی علی اہل العلم ۔ اما الثالث فلقو لہ تعالے و امر بالمعروف و انہ عن المنکر مع الحدیث المذکور

اور اعانت بانفاق المال کی (کہ وہ بھی ایک پہلی قسم ہے تغیر بالید کی مال صالح کو ذات الید بھی کہا جاتا ہے۔ استطاعت کا عام ہونا ظاہر ہے کیونکہ ایسا کوئی مسلمان نہیں جو ایک پیسہ بھی نہ دے سکے اور بفرض محال اگر کوئی ایسا ہو بھی تو دعا قلبی سے تغیر بالقلب پر عمل کرسکتا ہے۔ بہر حال اس طرح سے اس تغیر و اعانت کے سب مکلف ہوئے۔ میں بھی ایک حقیر رقم پچیس روپے کی مجلس کی نذر کرتا ہوں اور کامیابی کی دعا بھی کرتا ہوں اور عمال مجلس کی خدمت میں خیر خواہی سے مشورہ بھی عرض کرتا ہوں کہ اس خدمت میں بھی مثل دیگر خدمات کے حدود شرعیہ کو محفوظ رکھیں۔

خصوص تقریر و تحریر میں ظاہراً امن و سکون کا اور باطناً صدق و خلوص کا التزام رکھیں جس سے یہ خدمت اپنی ہئیت میں ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ و الموعظۃ الحسنۃ جادلھم بالتی ھی احسن کا نمونہ ہو جائے بلکہ اگر دوسری جانب سے کچھ ناگواری بھی پیش آئے تب بھی ادفع بالتی ھی احسن السیئۃ کو دستور العمل بنایا جائے اور اگر نفس میں ہیجان بھی ہو تو اس تعلیم اخیر کے تتمہ پر عمل کیا جائے یعنی قل رب اعوذ بک من ہمزات الشیاطین و اعوذ بک رب ان یحضرون۔

اب شعبہ کی کامیابی کے ساتھ اس کے اعانت کرنیوالے حضرات کے لئے دارین کی صلاح و فلاح و نجاح کی دعا پر اس معروضہ کو ختم کرتا ہوں۔ والسلام از تھانہ بھون ۱۵ ذیقعد ۱۳۵۳ھ

(بقیہ از صـ۶۴)

- ملتان سے ہمارے کرم فرما اور سلیمی دواخانہ کے بانی محترم مسعود اختر صاحب کے سسر گزشتہ دنوں انتقال کر گئے۔
- ادارہ نقیب ختم نبوت کے تمام اراکین مرحومین کیلئے دعاء مغفرت کرتے ہیں اور پسماندگان سے اظہار ہمدردی کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کی مغفرت فرمائے اور خطاؤں کو معاف کر کے درجات بلند فرمائے۔ (آمین)
- قارئین سے درخواست ہے کہ تمام مرحومین کیلئے دعاء مغفرت اور ایصالِ ثواب کا اہتمام فرمائیں۔ (ادارہ)

دعاء صحت

بھوئی گاڑ (اٹک) سے ہمارے مہربان مولانا حسین احمد قریشی کی والدہ ماجدہ علیل ہیں......

ربوہ سے ہمارے رفیقِ فکر مولانا عبدالواحد مخدوم کی والدہ ماجدہ شدید علیل ہیں۔

احباب ان کی شفاء یابی کیلئے دعاء فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں صحت کاملہ عطاء فرمائے (آمین)

مجلس احرار اسلام پاکستان پس منظر۔ پیش منظر

مجلس احرار اسلام کے تعارف، عزائم اور مقاصد پر مشتمل اہم پمفلٹ رکنیت سازی مہم کے موقع پر نئے احباب کو پیش کرنے کے لئے ایک خوبصورت تحفہ

قیمت=/300 روپے فی سینکڑہ

ملنے کا پتہ: دفتر مجلس احرار اسلام، بیت التعیق، 27 سلطان احمد روڈ، اچھرہ، لاہور۔ فون نمبر: 7560450

کچھ بھولی بسری باتیں

مولانا فضل حق خیر آبادی:

علوم عربیہ دو بڑے شعبوں میں منقسم ہیں ۔(۱) علوم نقلیہ مثلاً تفسیر، حدیث، فقہ، سیرت و تاریخ وغیرہ (۲) فنون عقلیہ مثلاً منطق، فلسفہ، ھیئت، نجوم و ریاضی وغیرہ۔ علماء اسلام میں سے کسی کو کسی علم میں شہرت حاصل ہوئی اور کسی کو کسی فن میں۔ علماء رامپور، فنون عقلیہ میں بڑے متبحر تھے۔(۱) مذکور الصدر بزرگ ایک ایسے ہی علمی خاندان کے مایۂ ناز فرزند ہیں ۔ ان کے والد ماجد مولانا فضل امام خیر آبادی اپنے وقت کے ایک جلیل القدر عالم اور کئی کتابوں کے مصنف ہونے کے علاوہ حکومتی دوائر میں بھی بڑی قدر و منزلت کے مالک تھے۔ مغل دور میں صدر الصدور ایک نہایت عالی منصب تھا۔ مولانا فضل امام دہلی میں اس منصب پر فائز تھے۔

مولانا فضل حق نے عقلیات اپنے والد سے پڑھے۔ حدیث میں حضرت شاہ عبدالقادر دہلوی (جو حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے صاحبزادے اور حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی کے چھوٹے بھائی تھے۔ ترجمہ قرآن پاک اور تفسیر موضح القرآن ان کا ایک زندہ جاوید کارنامہ ہے) سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ لڑکپن ہی میں تحصیل علوم سے فراغت حاصل کرلی۔ مولانا فضل حق کے بعد ان کے خاندان میں بھی علم کی شمع روشن رہی۔

شاہ اسمٰعیل شہید اور مولانا فضل حق کا تعلق:

مولانا فضل حق نہایت ہی ذہین اور فطین آدمی تھے۔ عقلیات میں مہارت کی وجہ سے طبیعت علمی مجادلات کی طرف بہت مائل تھی۔ حضرت شاہ اسمٰعیل بھی ایک بلند پایہ عالم اور خاندان ولی اللّٰہی کے ایک نامور سپوت تھے۔(۲) مولانا فضل حق ان سے مناظرہ کے لئے میدان میں اتر آئے۔ بعض ایسے مسائل ان میں زیر بحث رہے۔ جن کے عنوان بھی شاید اس زمانہ کے فارغ التحصیل مولوی صاحبان نے نہیں سنے ہوں گے۔ اس کے باوجود مولانا فضل حق کے مزاج میں انصاف پسندی بہت زیادہ تھی۔ حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی نقل فرماتے ہیں کہ:

حاشیہ (۱) بعض اکابر سے ایک واقعہ سننے میں آیا۔ جو قارئین کے فائدہ کے لئے یہاں نقل کیا جاتا ہے۔ قصہ یوں ہے کہ دارالعلوم دیوبند کا جلسۂ دستار بندی ہورہا تھا۔ اکابر علماء سٹیج پر تشریف فرما تھے۔ حضرت شیخ الہند کا بیان ہورہا تھا۔ اس اثناء میں سامنے علماء رامپور پنڈال میں داخل ہوئے۔ حضرت شیخ الہند بیٹھ گئے۔ علماء نے استدعا کی کہ بیان جاری رکھا جائے۔ مگر حضرت نہ اٹھے۔ مولانا حافظ محمد احمد صاحب دارالعلوم کے مہتمم ہونے کے علاوہ بانی دارالعلوم حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کے صاحبزادے تھے۔ انہوں نے صاحبزادگی کی حجت کرتے ہوئے اصرار کیا۔ حضرت شیخ الہند نے فرمایا۔ پہلے تو میں ازراہ اخلاص بیان کررہا تھا۔ اتفاقاً بیان نے معقولی رنگ اختیار کیا۔ میری نگاہ علماء رام پور پر پڑی۔ تو میرے دل میں خیال آیا کہ آج رام پور والوں کو معلوم ہوگا کہ دیوبند والے بھی معقولات خوب جانتے ہیں۔ اب اخلاص نہیں رہا۔ اس لئے میں بیان سے معذرت خواہ ہوں۔

(۲)۔ شاہ اسمٰعیل شہید حضرت شاہ عبدالعزیز کے حقیقی بھتیجے اور شاہ اسحٰق دہلوی آپ کے نواسے ہیں۔ اول الذکر نے میدان کارزار کو سنبھالا۔ اور حضرت شاہ اسحٰق نے ایک عرصے تک مدرسہ رحیمیہ دہلی کی چار دیواری کو قال اللہ اور قال الرسول کی صداؤں سے گرمائے رکھا۔ حضرت شاہ عبدالعزیز اپنے قابل فخر بھتیجے اور مایۂ ناز نواسے کے بارے میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا مقولہ تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ الحمد للہ الذی وہب لی علی الکبر اسمٰعیل و اسحٰق۔ اللہ کا شکر ہے کہ جس نے بڑھاپے میں مجھے اسمٰعیل اور اسحٰق عطا فرمادیئے ہیں۔

ایک مرتبہ مولانا فضل حق سے کسی نے شاہ اسمٰعیل کے بارے میں دریافت کیا تو مولانا نے جواب دیا کہ ان کے حریف کی برتری کے لئے یہی بات کافی ہے کہ اس نے ان سے ٹکرلی۔ پھر حضرت شاہ اسحٰق کے بارے میں پوچھا گیا تو جواب دیا میاں اب تو انسانوں کا ذکر ہورہا ہے فرشتوں کا ذکر ہو تو ان کے بارے میں پوچھنا۔

سیاسی ابتری اور مولانا فضل حق:

دربار دہلی کا اجڑنا مولانا نے بچشم خود دیکھا تھا۔ یکے بعد دیگرے انگریزی عملداری کا پھیلتے چلے جانا بھی وہ مشاہدہ فرمارہے تھے۔ بالخصوص مسٹر ڈلہوزی کے جاری کردہ قانون الحاق کے بعد ہندوستانی ریاستوں پر انگریزوں کا قابض ہوجانا بھی انہوں نے ملاحظہ فرمایا۔ ایک حساس اور غیرت مند انسان کے لئے یہ تمام واقعات صبر آزما تھے۔ مولانا ان حالات کو دیکھ کر انتہائی کرب اور بے چینی محسوس کررہے تھے۔ انہوں نے دہلی کو خیرباد کہہ دیا۔ وہاں سے نواب فیض احمد خان والی جھجر کے پاس چلے گئے۔ وہاں سے الور، ٹونک، رام پور وغیرہ ریاستوں میں زندگی کے کچھ دن گزار کر لکھنؤ چلے گئے۔ جہاں انہیں صدر الصدور کا منصب سونپا گیا۔ ذاتی اور خاندانی وجاہت اور علمی قابلیت کی وجہ سے مولانا جہاں بھی جاتے۔ ان کی بڑی پذیرائی ہوتی۔ دہلی کو چھوڑنے کا عزم کرلیا تو مغل بادشاہ نے انہیں آبدیدہ ہوکر الوداع کہا تھا۔ لکھنؤ کی فضا مولانا نے دہلی سے بھی زیادہ مکدر دیکھی۔ واجد علی شاہ رنگ رلیوں میں سرشار تھا اسے نہ تو اسلام دشمن تحریکوں سے کوئی سروکار تھا نہ زوال حکومت کا کوئی اندیشہ۔ ۱۸۵۶ء میں اسے معزول ہونا پڑا۔

مولانا کی مجاہدانہ سرگرمیاں:

لکھنؤ ہی میں مولانا کی ملاقات، حضرت مولانا شاہ احمد اللہ مدراسی سے ہوئی۔ اس ملاقات نے ان کی کایا ہی پلٹ دی۔ وسط ۱۸۵۷ء میں مسلمانوں کے جذبات، آتش فشاں بن کر پھٹ پڑے۔ مولانا فضل حق دہلی پہنچے۔ بہادر شاہ ظفر سے ملاقات ہوئی۔ اندازہ لگایا کہ اس کی بوڑھی ہڈیوں میں مغز ندارد۔ بادشاہ پست ہمتی اور کوتاہ اندیشی کا شکار تھا۔ کمپنی کی حکومت اعلان کرچکی تھی کہ بہادر شاہ کے کسی جانشین کو شاہ نہیں کہا جائیگا۔ نہ اسے وظیفہ ملے گا۔ بایں حال یہ تھا کہ ـــ حمیعت نام ہے جس کا، گئی تیمور کے گھر سے

شہزادے باہمی رقابت اور چشمک میں مبتلا تھے۔ انہیں نہ تو ملک کی کوئی فکر تھی نہ دین کی۔ جنرل بخت خاں جورو ہیلوں کی سپاہ لے کر یہاں آیا ہوا تھا۔ وہ البتہ ایک مخلص اور دوراندیش انسان تھا۔ اس سے مولانا کی ملاقات ہوئی تو اس کے اندھیروں میں آس کی کوئی کرن نظر آئی۔ وہ کب تک ضبط سے کام لیتے۔ آخر کار ایک جمعہ کے روز انہوں نے جامع مسجد میں جہاد کے موضوع پر تقریر کی اور علماء کا تصدیق شدہ ایک فتویٰ عوام کو سنایا۔ اس تقریر اور فتویٰ نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔ باغیانہ سرگرمیوں نے باقاعدہ جہاد کی شکل اختیار کرلی، مگر وائے ناکامی، مسلمانان ہند کی شب تاریک کا ابھی آغاز ہی ہوا تھا۔ شہزادوں کی حماقت اور عاقبت نااندیشی حصول مقصد میں حائل ہوئی اور کمپنی کی افواج نے پھر غلبہ حاصل کرلیا۔

جہاد آزادی ۱۸۵۷ء میں ناکامی کے نتائج:

مغل شہزادوں کی باہمی آویزش، مجاہدین میں بدنظمی اور ہم آہنگی کے فقدان اور مخالفین کی غدارانہ سازشوں کے نتیجہ میں تحریک حریت ناکام رہی۔ اب انگریزوں نے مجاہدین سے دل کھول کر بدلے لئے اور ایسی ایسی

شرمناک اور حیاسوز کارروائیاں کیں جن کے بیان سے انسانیت شرماتی ہے اور نوک قلم پر لرزہ طاری ہوجاتا ہے۔ چند ایک جھلکیاں ملاحظہ ہوں۔

۱۔ بہادر شاہ ظفر کو اس کے سمدھی مرزا الٰہی بخش نے انگریزوں کے ہاتھوں گرفتار کرادیا۔ بالآخر اس پر مقدمہ چلا اور اس کو بڑھاپے کی عمر جیل خانہ (رنگون) کی سلاخوں میں گزارنی پڑی۔ ملکہ کو بھی ان کے ساتھ جیل جانا پڑا۔

۲۔ بہادر شاہ کے بیٹوں کو گولیوں کا نشانہ بنایا گیا۔ ان کے سر کاٹ کر انگریز افسر میجر ہڈسن نے مرزا مغل کی کھوپڑی میں اس کا خون پیا اور شہزادوں کے سر ایک خوانچہ میں رکھ کر بطور تحفہ بادشاہ کو پیش کیے۔ ان شہزادوں میں مرزا مغل بھی شامل تھے۔

۳۔ شاہی خاندان کے انتیس جوانوں کو گولیوں، توپ یا پھانسیوں کے ذریعے قتل کیا گیا۔

۴۔ جہاد حریت کی ابتداء میرٹھ سے ہوئی تھی۔ جبکہ فوجی سپاہیوں نے سور کی چربی والے کارتوسوں کو دانتوں سے کھولنے سے انکار کردیا تھا۔ اس کا بدلہ یوں لیا گیا کہ مجاہدین کو سور کی کھالوں میں سلوا کر تیل کے کھولتے ہوئے کڑھاؤ میں ڈلوادیا جاتا۔

۵۔ دہلی کا شہر کئی روز قتل عام کے سلسلہ میں گولیوں کی گھن گرج سے بوچڑخانہ بنا رہا۔ گلی کوچے خون کی ندیوں میں تبدیل ہوگئے۔ کم و بیش ستائیس ہزار انسانوں کو موت کے گھاٹ اتارا گیا۔ فتح پوری مسجد سے قلعہ کے دروازے تک ہر درخت پھانسی گھر بنا ہوا تھا۔ مسلمانوں کی لاشیں کئی کئی روز تک لٹکتی رہتیں تاکہ ناظرین عبرت حاصل کریں۔

۶۔ سکھ رجمنٹ کے سپاہیوں سے برسر عام مجاہدین کے ساتھ اغلام کا لعنتی کام کرایا گیا۔

۷۔ مساجد کی بے حرمتی ہوئی۔ شاہجہاں کی بنوائی ہوئی جامع مسجد کے ہال میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے افسروں نے دفتر قائم کرلیے۔ اس کے حجروں میں گھوڑے باندھے گئے۔ وضو کے حوض میں گھوڑوں کی لد وغیرہ ڈالی جاتی تھی۔

۸۔ علماء حق خاص طور پر ہدف انتقام بنے۔ ان پر مقدمات چلائے گئے۔ بیسیوں جید علماء کو پھانسی پر لٹکایا گیا۔ انہیں کالے پانی میں حبس دوام کی سزا دی گئی۔

علامہ فضل حق پر مقدمہ بغاوت:

آپ پڑھ چکے ہیں کہ حضرت علامہ کی مسجد کی تقریر اور فتویٰ نے مہمیز کا کام دیا۔ جنگ ختم ہوئی تو انگریزوں نے آپ پر بغاوت کا مقدمہ چلایا۔ آپ دلی پر انگریزی تسلط دوبارہ قائم ہوجانے کے بعد پانچ دن تک بھوکے پیاسے ایک مکان میں بند رہے۔ ایک شب کی تاریکی میں اہل و عیال سمیت نکل کر چھپتے چھپاتے اپنے شہر میں پہنچ گئے۔

کارروائی مقدمہ کے سلسلے میں آپ ماخوذ ہوکر لکھنؤ پہنچے۔ مقدمہ کی کارروائی شروع ہوئی تو شہادتیں پیش ہوئیں۔ سرکاری وکیل نے بحث کی۔ مولانا نے تمام مدافعت خود ہی کی۔ مولانا زبردست مناظر تھے۔ اس لئے نہ گواہوں کو چلنے دیا۔ نہ سرکاری وکیل کو جمنے دیا۔ ادھر جج بھی دل سے مولانا کا ہمدرد تھا۔ جب مولانا دہلی میں صدرالصدور تھے۔ وہ مولانا سے کام سیکھتا رہا تھا۔ کچھ تو مولانا کی وجاہت کا اثر، کچھ مولانا کی قابلیت کا رعب، استغاثہ کا اصل گواہ، جس نے مولانا کی تقریر اور فتویٰ کی مخبری کی تھی۔ مکر گیا۔ اس نے صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ تقریر کرنے والے صاحب یہ نہیں ہیں، ادھر سرکاری وکیل لاجواب ہوگیا۔ اب یقین ہوگیا کہ مولانا بری ہوجائیں گے۔ اسیروں نے تو کہہ دیا کہ مولانا بے قصور ہیں اتنے میں مولانا کی آواز پھر گونجی، آپ نے فرمایا

"اب میں تمام ذمہ داری قبول کرتا ہوں اور اعتراف کرتا ہوں کہ تقریریں نے ہی کی تھی۔ فتویٰ میں نے ہی لکھا تھا۔ مخبر نے صحیح رپورٹ کی تھی۔ اب یہ جھوٹ بول رہا ہے۔ یا میری شکل سے مرعوب ہو گیا ہے۔ مجھے اللہ کے پیش ہونا ہے۔ میں جھوٹ بول کر اپنی عاقبت خراب نہیں کرنا چاہتا۔ ہرچہ بدا باد۔"

جج خود پریشان ہو گیا۔ اس نے اشاروں کنایوں میں مولانا کو ٹوکا بھی کہ مولانا آپ کدھر بہے جا رہے ہیں۔ لیکن اب کیا ہوتا بادل ناخواستہ جج نے حبسِ دوام بعبور دریائے شور، کا فیصلہ دے دیا۔ مولانا نے بڑی خندہ پیشانی سے فیصلہ کو خوش آمدید کہا۔

مولانا کا قید میں وفات پانا:

فیصلہ کے بعد مولانا کو جزیرہ انڈمان بھیج دیا گیا۔ مولانا کا علم و فضل اور ذاتی وجاہت، دوسری طرف وہ مشقت جو ان کے ذمہ لگائی گئی۔ حضرت علامہ کو جیل میں Sweeper (خاکروب) کی ڈیوٹی دی گئی۔ مقصد سے لگن نے کیسے کیسے دن دکھائے.....ع

آسماں راحق بود گر خوں بہادو برزمیں

جیل خانہ کا سپرنٹنڈنٹ ایک لکھا پڑھا شریف الطبع انگریز تھا۔ اس نے نجوم اور ہیئت الافلاک کے موضوع پر ایک کتاب بزبان فارسی لکھی۔ اس کا تعارف ایک اور قیدی مولوی صاحب سے پہلے سے تھا۔ اس نے اپنی وہ کتاب ان مولوی صاحب کو دکھائی۔ مولوی صاحب نے وہ کتاب علامہ فضل حق کو دکھائی۔ حضرت علامہ نے کتاب کو دیکھ کر ضروری حک و اصلاح فرمادی۔ مولوی صاحب نے وہ کتاب لے جا کر مصنف کو دی تو وہ دیکھ کر حیران رہ گیا۔ مولوی صاحب نے اسے حقیقت حال بتائی کہ یہ حواشی حضرت علامہ فضل حق کے ہیں جو بغاوت کے مقدمہ میں سزا یافتہ ہو کر یہاں آئے ہوئے ہیں۔ سپرنٹنڈنٹ جیل متاثر ہو کر مولانا کی زیارت کے لئے اٹھ کھڑا ہوا۔ جب اس نے یہ دیکھا کہ حضرت علامہ ٹوکری لیے ہوئے اپنی ڈیوٹی انجام دیتے پھر رہے ہیں۔ تو سپرنٹنڈنٹ کی آنکھیں نم ناک ہو گئیں۔ وہ معذرت خواہ ہوا اور اس نے یہ ڈیوٹی ختم کر دی۔

مولانا کے صاحب زادگان مولانا عبدالحق اور مولانا شمس الحق خود بھی بڑے عالم فاضل تھے۔ انہوں نے پریوی کونسل (لندن) میں فیصلہ کے خلاف اپیل دائر کی۔ بعد از سعی بسیار وہاں سے رہائی کا پروانہ آ گیا۔ صاحبزادے پروانہ لے کر انڈمان پہنچے جیل کے قریب تھے کہ جیل سے ہزاروں سوگواروں کے ساتھ ایک جنازہ باہر آ رہا تھا۔ دریافت کرنے پر بتایا گیا کہ علامہ فضل حق خیر آبادی کا جنازہ ہے۔ رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً

مولانا رضی اللہ بدایونی:

بدایوں اب کیسا ہے؟ یہ تو معلوم نہیں ہے۔ البتہ ماضی میں بدایون کا شہر علماء اور دانشوروں کا گڑھ رہا ہے۔ مذکور الصدر بزرگ، نہ صرف یہ کہ ایک علمی خاندان کے رکن تھے۔ بلکہ اپنے علم و فضل کی رو سے بھی فرد فرید تھے۔ بہت سے انگریز بھی آپ سے عربی، فارسی زبان کی تعلیم حاصل کرتے رہے۔ ان میں ایک مسٹر کارمیکل تھے۔

۱۸۵۷ء کے معرکہ میں مولانا نے بدایوں کے محاذ پر کارہائے نمایاں انجام دیے۔ جب حالات دگرگوں ہوئے تو مولانا بھی گرفتار ہو گئے۔ اتفاق کی بات مسٹر کارمیکل کلکٹر تعینات تھا جس کے سامنے مولانا کا مقدمہ پیش ہوا۔

زبان میری ہے بات ان کی

★ پیپلز پارٹی سے اتحاد نہیں صرف گپ شپ ہے۔ (قاضی حسین احمد)
گنا نہیں چوستے گنڈھاتے ہیں

★ سیاست دان اور افسر فلمی ہیروئنوں کو ڈرا کر اپنی خواہشات پوری کرتے ہیں (ریشم)
نالے چور، نالے چتر

★ بیٹوں نے جائیداد ہتھیا کر ماں کو گھر سے نکال دیا (ایک خبر)
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

★ تعلیمی اداروں پر اپر پنجاب کا قبضہ ہے (شاہد انصاری)
رونے کی بجائے اہلیت پیدا کریں

★ جنوری ۱۹۹۷ء میں صدر کو چھے ہزار اسلامی قوانین پر مشتمل رپورٹ دی آج تک کوئی عمل نہیں ہوا (مفتی سرفراز نعیمی)
پاکستان کے تمام صدور کی یہی روایت رہی ہے۔

★ کس بات کی گولڈن جوبلی منا رہے ہیں۔ پچاس سال میں عوام کو کیا ملا (سکندر حیات کی بیٹی طاہرہ)
ڈاکہ زنا، اغواء، فحاشی، عریانی، مہنگائی، پریشانی، قتل وغارت گری، وڈیروں کے ظلم وستم، گولڈن جوبلی زندہ باد

★ لوگوں کی حالت دیکھ کر جی چاہتا ہے۔ زندہ دفن ہوجاؤں۔ (چیف جسٹس شیخ ریاض)
لوگوں کو اس حالت تک پہنچانے والوں کو زندہ دفن کیوں نہ کریں؟

★ (مظفر گڑھ (ایم پی اے باسط سلطان کے ولیمے میں پندرہ ہزار مہمان۔ نوع واقسام کے کھانے (ایک خبر)
چراغ تلے اندھیرا

★ جیالے پارٹی کا سرمایہ ہیں (ایک خبر)
ملک پر نحوست کا سایہ ہیں

★ ملک فوجی آمروں نے توڑا۔ (نصر اللہ)
ہاں! قرار داد پولینڈ ایک فوجی آمر نے پھاڑی تھی!

★ راولپنڈی کی شراب بنانے والی کمپنی "مری بریوری" میں ۹۵% حصص مسلمانوں کے ہیں۔ آمدنی سے زکواۃ کاٹی جاتی ہے (ایک خبر)
مسلمان اور شراب! شراب کی آمدنی سے زکواۃ! یہ ہے روشن خیال اور ترقی پسند مسلمان

★ کھلے چہرے والی عورت بے پردہ نہیں ہوتی (قاضی حسین احمد)
یعنی مین گیٹ کھلا رکھ کر کھڑکیاں بند کر دی جائیں

★ خواتین اسلام آباد کا منشیات کی سمگلنگ کے الزام میں پاکستانی بچوں اور عورتوں کو سزائے موت کے حکم کے خلاف احتجاج (ایک خبر)
کہ منشیات کی سمگلنگ نہ روکی جائے۔
★ پیپلز پارٹی کو میرے جیسا سیکرٹری جنرل پہلی دفعہ ملا (احمد مختار)
"چشمے بڑے دور"
★ ضمیر حسین کو کیوں مارا۔ شمشیر حیدر ہاشمی کو طلب کر لیا گیا۔ (ایک خبر)
کہ "شمشیر" نے "ضمیر" کو کیوں کچلا
★ پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ بے ہودہ نظام کی محافظ ہیں (فضل الرحمن)
آپ ہی تو اس بے ہودہ نظام کو پروان چڑھانے والے ہیں
★ نصر اللہ کے چپ نکل گئے۔ فضل الرحمن بے نظیر کا تل دیکھتا رہا۔ (اقبال احمد خان)
تیرے لونگ دا پیا لشکارا تے ہالیاں نے ہل ڈک لئے
★ گولڈن جوبلی منانے کے لئے ایک کروڑ سے ائیر کنڈیشنڈ ٹرین کی تیاری (ایک خبر)
اس ٹرین میں غریب سفر کریں گے؟
★ خواتین کو ٹی وی پر کام سے روکنے کی سفارش غیر اسلامی ہے (عاصمہ جہانگیر)
خواتین کا ٹی وی کے عملے کے ساتھ رنگ رلیاں منانا تو عین "اسلامی" ہے
★ جیل میں محفوظ ہوں۔ باہر نہیں جانا چاہتا۔ (آصف زرداری)
انجام نظر آتا ہے۔
★ ضیاء الحق کا فلسفہ تھا۔ سیاست کرو اور مال بھی بناؤ (اعتزاز احسن)
اور بھٹو کا فلسفہ تھا۔ مال پہ جیو اور تھوڑی تھوڑی پیو!
★ مسرت شاہین ہمارے اوپر خدا کا عذاب تھا۔ (فضل الرحمن)
بے نظیر "رحمت کا سحاب" تھا؟
★ بھٹو کے نقش قدم پر چلیں گے (بے نظیر)
تو انجام پھانسی ہی ہوگا۔

رحیم صدیقی

جو شرم نہ کرتے تری مردود خلائق
تو جس سے کرے شرم وہ عثمان غنی ہے
جس ہاتھ کو عثمان کا خود ہاتھ کہا ہے
اس دستِ مقدس کی شہادت تو علی ہے

پروفیسر اکرام تائب

"چند کلیاں نشاط کی چن کر"
"مدتوں محو یاس رہتا ہوں"
جانے کب کیس وہ بنا ڈالیں
کوتوالی کے پاس رہتا ہوں

پروفیسر محمد اکرام تائب

جوانمردی

کاٹ دینا بے گناہوں کا گلا تلوار سے
کر لیا اِغوا جسے چاہا بھرے بازار سے
خون کے دریا بہا دینا در و دیوار سے
آج کے اس دور میں تو ہے جوانمردی یہی

دن کو سب کے سامنے بینکوں میں ڈاکے ڈالنا
دشمنانِ ملک و ملت کو گھروں میں پالنا
ایک چوتھائی پہ اس پولیس کو پس ٹالنا
آج کے اس دور میں تو ہے جوانمردی یہی

لوٹ لینا روک کر رہ میں کسی بارات کو
محفلوں میں مار دینا سامعین حضرات کو
بھول کر بھی یاد نہ کرنا خدا کی ذات کو
آج کے اس دور میں تو ہے جوانمردی یہی

اپنی مِلکیت بنا لینا کرائے کا مکان
خاک میں ہنس کر ملا دینا وقارِ دوستاں
بے اصولی ہے اصولِ زندگی رسمِ جہاں
آج کے اس دور میں تو ہے جوانمردی یہی

قرض لے کر دوستوں سے پھر نہ ان کو موڑنا
گر تقاضا واپسی کا ہو تو سر بھی پھوڑنا
اپنے ہمسائے کا تالا سب سے پہلے توڑنا
آج کے اس دور میں تو ہے جوانمردی یہی

آپ سے کمتر سمجھنا اپنے ہی استاد کو
اور بھی غمگین کر دینا دلِ ناشاد کو
آپ ہی آواز دینا ہر نئی افتا کو
آج کے اس دور میں تو ہے جوانمردی یہی

غزل

جاوید لاہوری

ذیل کی غزل کے بعض اشعار ماضی میں ہمارے واعظین کے وردِ زبان تھے۔ گزشتہ تیس برس سے ہم بھی سنتے آرہے ہیں مگر شاعر کا نام معلوم نہ تھا ہمارے کرم فرما محترم لطیف الفت صاحب نے "اوراق" کے اس صفحے کا عکس ہمیں ارسال کیا ہے جس پر "جاوید لاہوری" کی یہ غزل شائع ہوئی۔ نذرِ قارئین ہے (مدیر)

ہری ہے شاخِ تمنا ابھی جلی تو نہیں
جگر کی آگ دبی ہے، مگر بجھی تو نہیں

روش روش پہ رواں ہے جواں لہو گل کا
جگر کے پار ہوئی ہے فغاں دبی تو نہیں

جفا کی تیغ سے گردن وفاشعاروں کی
کٹی ہے برسرمیداں مگر جھکی تو نہیں

جنوں کی فوج کہیں رہ میں کٹ گئی ہوگی
افق پہ خون کی سرخی ہے روشنی تو نہیں

ابھی غلط ہے نمودِ رخِ سحر کا خیال
ابھی تو سخت اندھیرا ہے شب ڈھلی تو نہیں

ابھی کچھ اور دکھائے گی زورِ بادِ خزاں
چلے گی بادِ بہاری، مگر ابھی تو نہیں

چمن میں آمدِ گلچیں ہے آگ برساؤ
یہ رسم و راہِ وفا ہے یہ سرکشی تو نہیں!

("اوراق"، شمارہ:۲، ۱۹۶۶ء)

قطعات

رحیم صدیقی

نظر میں نورِ حقیقت نہیں تو کچھ بھی نہیں
رگوں میں خونِ حمیت نہیں تو کچھ بھی نہیں
"زباں سے کہہ بھی دیا لا الہ تو کیا حاصل"
یقینِ ختمِ نبوت نہیں تو کچھ بھی نہیں

تو ابنِ امیرِ شریعت اے جاں فدا محسن(۱)
برائے امتِ مرزائیہ قضا محسن
سنو کہ روضۂ اقدس سے آرہی ہے صدا
صد آفریں تجھے محسن اے مرحبا محسن

چھڑیں گے دار پہ عاشق تو مسکرائیں گے
کٹے گا سر تو تڑپتے ہوئے وہ جائیں گے
برائے ختمِ نبوت ہزار جاں ہے نثار
لہو میں تیر کے پیشِ حضور جائیں گے

چمن کو آگ لگی ہے فغانِ بلبل سے
دھواں اٹھا ہے ہر اک شاخ سے ہر گل سے
قفس کے آہنی دروازے توڑ ڈالیں گے
رہائی پائیگی یہ قوم اس تعطل سے

(۱) ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری

سرکلر: ۲..... بنام ماتحت مجالس احرار اسلام پاکستان

کارکنان احرار متوجہ ہوں۔

◎

مجلس احرار اسلام پاکستان کی رکنیت سازی مہم جاری ہے۔ احرار کارکن بھرپور انداز میں مجلس احرار میں شمولیت کی دعوت کو عام کریں۔ اپنے فکرو نظر کی ترویج واشاعت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں، اپنے اپنے مقامات پر عوام سے مضبوط رابطہ کریں اور انہیں احرار میں شمولیت کی دعوت دیں۔ اس کے لئے دروس قرآن حکیم کی فکری اور تربیتی مجالس اور کارکنوں کے ماہانہ اجلاسوں کا اہتمام کریں۔

مقامی انتخاب جلد مکمل کر کے مرکزی کنوینر کے نام ارسال کریں۔

والسلام

سید عطاء المحسن بخاری

عارضی منتظم (کنوینر) مجلس احرار اسلام پاکستان

مدرسہ ختم نبوت مسجد احرار ربوہ

دارالکفر والارتداد ربوہ میں مسلمانوں کا عظیم تعلیمی و تبلیغی مرکز

ڈیڑھ سو سے زائد طلباء وطالبات قرآن کریم کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ بخاری پبلک سکول میں پرائمری تک طلباء تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ مدرسہ پچاس سے زائد طلباء رہائش پذیر ہیں۔ مدرسہ کی توسیع کے لئے مزید دو کنال زمین کی خرید اشد ضروری ہے۔ درسگاہوں اور مسجد اور مسجد کی تعمیر تکمیل کے مراحل میں ہے۔ اپنے عطیات، زکواۃ و صدقات اس کارِ خیر میں دے کر اجر حاصل کریں۔

ترسیل زر کے لئے:۔

سید عطاء المهیمن بخاری، منتظم مدرسہ ختم نبوت مسجد احرار ربوہ ضلع جھنگ۔ فون: 211523(04524)

نمائندہ نقیب

اخبار الاحرار

سیرت منانے کی نہیں، اپنانے کی ضرورت ہے

ربوہ میں مجلس احرار اسلام کے زیر اہتمام انیسویں سالانہ سیرت خاتم النبیین کانفرنس اور جلوس سے قائد احرار سید عطاء المحسن بخاری، حضرت پیر جی سید عطاء المھیمن بخاری، مولانا محمد اسحٰق سلیمی، پروفیسر خالد شبیر احمد، مولانا محمد مغیرہ، سید خالد مسعود گیلانی، عبداللطیف خالد چیمہ، سید محمد کفیل بخاری، مولانا محمد یوسف احرار، حافظ محمد کفایت اللہ، مولانا احتشام الحق اور دیگر رہنماؤں کا خطاب۔

گولڈن جوبلی پر حکومت قوم کو نفاذ اسلام کا تحفہ دے۔

دہشت گردی سیرت طیبہ سے بغاوت کی سزا ہے

مجلس احرار اسلام پاکستان کے زیر اہتمام ۱۹ ویں سالانہ دو روزہ سیرت خاتم النبیین کانفرنس ۱۱، ۱۲ ربیع الاول ۱۴۱۸ھ مطابق ۱۷، ۱۸ جولائی ۱۹۹۷ء جمعرات، جمعہ جامع مسجد احرار ربوہ میں منعقد ہوئی۔ کانفرنس میں ملک کے دور دراز علاقوں سے سرخ پوش احرار رضاکاروں اور مجاہدین ختم نبوت کے قافلے بڑی تعداد میں شریک ہوئے۔ کانفرنس کی کل چار نشستیں ہوئیں۔ ۱۱ ربیع الاول کو بعد از ظہر پہلی نشست کا آغاز قائد احرار سید عطاء المحسن بخاری کی تقریر سے ہوا۔ انہوں نے افتتاحی خطاب میں کہا کہ سیرت منانے کی نہیں اپنانے کی ضرورت ہے۔ پوری امت کی پریشانیوں اور مشکلات کا حل صرف سیرت رسول ﷺ پر عمل پیرا ہونے میں مضمر ہے۔ انہوں نے کہا کہ پچاس سال سے مسند اقتدار پر بیٹھنے والے حکمران احکامات خداوندی سے علانیہ بغاوت کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ اسلام کے نظام حکومت کے نام پر معرض وجود میں آنے والے ملک میں جتنا ظلم اسلام پر ہوا کہیں نہیں ہوا۔ جمہوریت سمیت تمام کفریہ نظاموں کا سہارا لے کر اسلام اور اسلامی قوتوں کو بدنام کیا گیا۔ انہوں نے کہا کہ مرزا غلام قادیانی لعین کی تعلیمات اور قادیانی عقائد اسلام دشمنی پر مبنی ہیں اور مرزائی دنیا کا وہ واحد ٹولہ ہے جو عملاً اسلام کی اپوزیشن کا کردار ادا کرتا ہے اور دھوکہ دہی سے کام لیتے ہوئے اسلام کا نام بھی استعمال کرتا ہے۔ ہم پوری دنیا میں اس فراڈ اور فتنے کا پردہ چاک کرتے رہیں گے۔ مجلس احرار اسلام پاکستان کے مرکزی رہنما مولانا محمد اسحٰق سلیمی نے کہا کہ لادین حکمرانوں اور سیاستدانوں نے پاکستان میں اسلام کے نفاذ کی منزل کو دور کیا۔ اب اگر مسلم لیگ جو پاکستان کی بانی جماعت ہونے کا دعویٰ رکھتی ہے نے اصلاح احوال کی سنجیدہ کوشش نہ کی تو اس کا حشر سابقہ حکمرانوں سے بھی بدتر ہوگا۔ احرار رہنما سید خالد مسعود گیلانی نے کہا کہ اگر لیگی حکومت ذرہ برابر بھی ملک و ملت کے ساتھ مخلص ہے تو اسلام کو سپریم لاء قرار دینے کے لئے آئین میں بلاتاخیر ترمیم کرے اور سودی نظام کی لعنت سے نجات دلائے پروفیسر خالد

★ جمہوریت سمیت تمام کفریہ نظاموں کا سہارا لیکر اسلام کو بدنام کیا گیا ہے

★ حکمران پچاس برسوں سے احکام الٰہی کے خلاف علانیہ بغاوت کر رہے ہیں

★ اسلام پر سب سے زیادہ ظلم اسلام کے نام پر بننے والے "پاکستان" میں ہو رہا ہے

شبیر احمد نے اپنے خطاب میں کہا کہ قادیانی اسلام دشمن تحریکوں کے لئے کام کر رہے ہیں۔ جہاد کو حرام قرار دینے والے اس ٹولے کی سازشوں کا سدباب ہماری بنیادی ذمہ داری ہے۔

بعد از عشاء دوسری نشست سے حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ نے اصلاحِ اعمال، تبلیغ دین اور اجتماعی جدوجہد کے موضوع پر سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں مفصل خطاب فرمایا۔ دوسرے روز بعد از فجر مولانا محمد اسحٰق سلیمی نے حیات مسیح علیہ السلام کے موضوع پر درسِ قرآن دیا۔ جبکہ چوتھی اور آخری نشست قبل از نماز جمعہ شروع ہوئی جس میں مسجد احرار ربوہ کے خطیب مولانا محمد مغیرہ نے ختمِ نبوت کے موضوع پر سیر حاصل گفتگو کی اور دیگر احرار دوستوں نے اظہارِ خیال کیا۔

مجلس احرار اسلام پاکستان کے مرکزی رہنما اور مدرسہ ختم نبوت ربوہ کے منتظم حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم نے آخری نشست سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ حضور خاتم النبیین ﷺ کی بعثت عالم انسانیت کے لئے باعث رحمت و انقلاب تھی۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت طیبہ امن و آشتی اور اخلاق و محبت کا درس کامل ہے۔ انہوں نے کہا کہ موجودہ فرقہ وارانہ دہشت گردی سیرت طیبہ سے عملی انحراف اور بغاوت کی سزا ہے۔ انہوں نے کہا کہ دہشت گردی اور قتل و غارت گری کے پس منظر میں اسلام کو بدنام کرنیکی یہود یانہ

★ قادیانی سازشوں کو ناکام بنانا "مجلس احرار" کی بنیادی ذمہ داری ہے

★ مرزائی عملاً اسلام کی اپوزیشن ہیں، اسلام دشمن تحریکوں کیلئے کام کرتے ہیں

سازش ہے جو ہماری غفلت اور دین سے دوری کی وجہ سے کامیاب ہو رہی ہے۔

انہوں نے مطالبہ کیا کہ گولڈن جوبلی کے موقع پر حکومت قوم کو نفاذ اسلام کا تحفہ دے۔ سودی نظام کے خاتمہ کا اعلان کر کے نفاذ اسلام کے عمل کا آغاز کیا جائے۔ پاکستان کی تاریخ کی سب سے بڑی اکثریت والی حکومت یہ کام پوری قوت اور آسانی سے کر سکتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ افغانستان اور کشمیر میں مکمل قیام امن استحکام پاکستان کے لئے ضروری ہے۔ کفار و مشرکین افغانستان اور کشمیر کے جہاد کے اثرات کو زائل کرنا چاہتے ہیں لیکن ہم جہادی نقوش کو نہیں مٹنے دیں گے۔

مجلس احرار اسلام کے مرکزی رہنما عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا کہ قادیانی انسانی حقوق کی آڑ میں مسلمانوں کے حقوق پامال کر رہے ہیں۔ ایمنسٹی انٹرنیشنل اور دیگر تنظیموں کو اسلام اور مسلمانوں کی بدنامی کے لئے استعمال کر رہے ہیں۔ قادیانی یہود و نصاریٰ کے کھلے ایجنٹ ہیں۔ ماہنامہ نقیبِ ختم نبوت کے مدیر سید محمد کفیل بخاری نے اپنے خطاب میں کہا کہ قادیانی رہتے پاکستان میں ہیں مگر ان کے دل تل ابیب واشنگٹن اور لندن میں دھڑکتے ہیں۔ مولانا محمد مغیرہ نے کہا کہ مجلس احرار اسلام ہر سطح پر قادیانیوں کا تعاقب جاری رکھے گی۔ کانفرنس سے مولانا

★ اسلام کو سپریم لاء قرار دیا جائے، سود سے پاک معاشی نظام قائم کیا جائے

★ مسلم لیگ نے اب بھی اصلاح احوال کی کوشش نہ کی تو بدتر حشر ہو گا

★ مرزا طاہر پاکستان کا غدار ہے، گرفتار کر کے مقدمہ چلایا جائے

★ ایمل کانسی پاکستان سے گرفتار ہو سکتا ہے تو مرزا طاہر لندن سے کیوں نہیں پکڑا جا سکتا

عبدالواحد (ربوہ) مولانا احتشام الحق (کراچی) مولانا محمد یوسف احرار، مولانا احمد معاویہ (لاہور) حافظ کفایت اللہ (حاصل پور) مولانا فیض الرحمن (تلہ گنگ) مولانا احمد یار (لالیاں) قاری صاحبزادہ محمد سالک۔ حافظ محمد علی (ربوہ)۔ ماسٹر محمد اسلم، محمد اصغر عثمانی (جھنگ)۔ حافظ محمد اکرم اور دیگر علماء کرام اور کارکنوں نے خطاب کیا۔ کانفرنس کے اختتام پر مسجد احرار ربوہ سے ایک بہت بڑا جلوس نکالا گیا۔ جسکی قیادت مجلس احرار اسلام کے قائد حضرت سید عطاء المحسن بخاری مدظلہ نے کی۔ شرکاء جلوس نے شہداء ختم نبوت کی یاد میں سرخ قمیضیں پہن رکھی تھیں۔ ہزاروں سرخ پوش کارکن جلوس میں مارچ کر رہے تھے۔ جلوس اقصیٰ چوک اور ایوان محمود کے سامنے سے ہوتا ہوا اڈہ ربوہ پہنچ کر اختتام پذیر ہوا دوران جلوس مختلف مقامات پر حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری۔ عبداللطیف خالد چیمہ۔ سید محمد کفیل بخاری اور مولانا محمد مغیرہ نے خطاب کیا۔ جلسہ میں متعدد قرار دادیں متفقہ طور پر منظور کی گئیں۔

ربوہ کا لیز پر حاصل کیا گیا رقبہ جو انتظامیہ اور دیگر حکام بالا کی ملی بھگت سے انجمن احمدیہ کے نام منتقل کروایا گیا ہے۔ اس کی لیز فوری منسوخ کی جائے۔

ایمل کانسی کو گرفتار کر کے امریکہ مقدمہ میں ملوث کر سکتا ہے تو مرزا طاہر کو گرفتار کر کے پاکستان لایا جائے اور اس پر ملک سے غداری کا مقدمہ درج کر کے اسکے خلاف کارروائی کی جائے۔

عطیہ خواجہ غریب شاہ

اصلی ہڈی جوڑ گولی

رجسٹرڈ 675

انسان کی ہڈی ٹوٹ جائے تو گولی کے تین حصے کر کے روزانہ نہار منہ مکھن کے ساتھ کھائیں اور پانچ دن تک نمک سے پرہیز کریں۔ اور اگر کسی جانور کی ہڈی ٹوٹ جائے تو بھی گولی مکمل جوار، مکئی یا جو کے آٹے میں کھلائیں نمک، گندم اور چنے کے آٹے سے پرہیز کرائیں۔ نیز ہمارے ہاں بواسیر اور ہمہ قسم کے درد کی گولیاں بھی دستیاب ہیں۔ نوٹ: مدرسہ کے لئے تعاون کی اپیل جاتی ہے۔

پتہ: صاحبزادہ قاری محمد طیب میانہ (اولاد سلطان عبدالحکیم)
مسجد حاجی بشیر احمد محلہ سلطانیہ عبدالحکیم، تحصیل کبیر والا ضلع خانیوال

مجلس احرار اسلام ۔ جمہوریت نہیں اسلام چاہتی ہے

انتخابی سیاست نے دینی قوتوں کو تباہ کردیا ہے

سید عطاء المہیمن بخاری

چکڑالہ، تلہ گنگ اور راولپنڈی میں حضرت پیر جی کا احرار کارکنوں سے خطاب

مجلس احرار اسلام پاکستان کے مرکزی رہنما حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ۔ ۱۷ جون کو چکڑالہ (ضلع میانوالی) کے دورہ پر تشریف لائے تو کارکنان احرار نے ان کا پرتپاک استقبال کیا۔ مولانا محمد مغیرہ خطیب مسجد احرار ربوہ بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ حضرت پیر جی مدظلہ، نے چکڑالہ میں احرار کارکنوں کے اجتماع سے خطاب کیا۔ اور آپ کی زیر صدارت مجلس احرار اسلام چکڑالہ کا جدید انتخاب عمل میں لایا گیا۔

۱۸ جون کو حضرت پیر جی مدظلہ۔ تلہ گنگ (ضلع چکوال) میں تشریف فرمائے ہوئے۔ جبکہ ۱۹ جون کو آپ راولپنڈی کے لئے عازم سفر ہوئے۔ مجلس احرار اسلام کے رہنما جناب محمد عمر فاروق بھی آپ کے رفیق سفر تھے۔ راولپنڈی میں دوران قیام آپ نے بعد نماز مغرب لیاقت باغ کے مقابل اسلامیہ ہائی سکول کی گنبد والی مسجد میں درس قرآن مجید ارشاد فرمایا۔ جس میں سامعین نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ بعد نماز عشاء آپ نے جناب خادم حسین اور جناب زین العابدین کی رہائش گاہ پر راولپنڈی / اسلام آباد کے کارکنانِ احرار کے ایک بڑے اجتماع سے خصوصی خطاب فرمایا۔

آپ نے فرمایا کہ مجلس احرار اسلام نے قیام پاکستان سے قبل دو اہم محاذوں پر دادِ شجاعت دی۔

(۱) آزادی وطن

(۲) مسلمانوں کے دینی تشخص کی بحالی اور باطل فتنوں بالخصوص منکرین ختم نبوت قادیانیوں کی سرکوبی

لیکن پاکستان بن جانے کے بعد مجلس احرار کی تمام سرگرمیاں تبلیغی امور پر مرکوز ہو کر رہ گئیں۔ احرار رہنماؤں نے اپنی توانائیاں حکومت الٰہیہ کے نفاذ اور دعوت و اقامت دین کے لئے صرف کردیں۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ نوزائیدہ ملک پاکستان اندرونی خلفشار اور دشمنوں کی زیر زمین خوفناک سازشوں کا شکار ہونے سے بچ گیا اور لادین سیاستدانوں، کمیونسٹوں، رافضیوں اور قادیانی زلہ خواروں کو منہ کی کھانی پڑی۔

حضرت پیر جی مدظلہ نے فرمایا کہ مجلس احرار نے رب کی دھرتی پر رب کا نظام۔ کا نعرہ بلند کیا اور تمام نظام ہائے باطلہ کے خاتمے کے لئے اعلان جہاد کیا۔ احرار نے عوام الناس میں دین کی اہمیت کو اجاگر کیا۔ اسلامی اقدار کا تحفظ اور غیر شرعی رسوم و رواج کی بیخ کنی کی۔ انہوں نے کہا کہ مجلس احرار اسلام وہ واحد جماعت ہے جس نے پاکستان میں سب سے پہلے جمہوریت کو کافرانہ نظام کہا۔ جس کے صلے میں جمہوریت زادوں اور اشتراکی کوچہ گردوں کے ساتھ ساتھ ہم مسلک اور ہم عقیدہ دینی جماعتوں کے سربر آوردہ افراد اور کارکنوں سے مادر و خواہر کی ننگی گالیاں کھائیں۔ لیکن الحمد للہ احرار نے استقامت و عزیمت اور پوری قوت سے اپنوں اور بیگانوں کی مخالفتوں کے باوصف دین حق کا علم بلند کیے رکھا۔ آج حالات احرار کے موقف کی تائید کر رہے ہیں۔ اور دینی جماعتیں جمہوری نظام اور

انتخابی سیاست کو غلط کہہ رہی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ
یہ مجلس احرار اسلام کی بے مثال قربانیوں کا ثمر ہے کہ آج دینی جماعتوں نے پینتیس برس کے بعد احرار کے موقف کو مجبوراً تسلیم کر کے احرار کی صداقت پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے لیکن انتخابی سیاست سے ان کی دست برداری کا یہ فیصلہ سب کچھ تباہ و برباد کر دینے کے بعد سامنے آیا ہے جبکہ ان جماعتوں کے پاس متبادل راستہ نہ تھا۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ دین اسلام ایک الہامی فطرتی نظامِ حیات ہے۔ اسی میں انسانوں کی فلاح و بقا ہے اور یہی نجاتِ اخروی کا ضامن ہے۔

انہوں نے کہا کے ہماری جماعت مروجہ جمہوری نظامِ سیاست کا حصہ بننے کا بجائے اسلامی شورائی نظام کے نفاذ کےلئے سر گرمِ عمل ہے۔ عریانی، فحاشی، قتل وغارت گری، بدامنی و منافرت اور مذہب کے نام پر دہشت گردی یہ وہ دینی اور قومی جرائم ہیں جن کے خلاف ہماری جدوجہد جاری رہے گی۔ جب تک خالق کا نظام مخلوق پر نافذ نہیں ہوتا احرار چین سے نہیں بیٹھیں گے۔

آئیے! اسلام کی ترویج و اشاعت اور نفاذ کے لئے آپ ہمارے دست و بازو بنیں اور معاشرے سے کفر وارتداد کا ٹاٹ ہمیشہ کے لئے لپیٹ دیں۔ حضرت پیر جی مدظلہ نے ۲۰ جون کو مسجد سیدنا ابوبکر صدیق تلہ گنگ میں سالانہ مجلسِ ذکرِ حسین کے اجتماع سے قبل از نماز جمعہ خطاب کیا۔ آپ کے علاوہ مولانا فیض الرحمن نے بھی بارگاہِ حسینی میں عقیدت کے پھول نچھاور کیے۔ ۲۱ جون کو حضرت پیر جی نے میانوالی جیل میں چکڑالہ کے اسیرانِ اہلِ سنت سے ایک گھنٹہ کی تفصیلی ملاقات کی اور ان کےلئے استقامت کی دعاء فرمائی۔ بعد ازاں آپ حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ سے ملاقات کے لئے خانقاہ سراجیہ کندیاں تشریف لے گئے۔

محمد اشرف (سیالکوٹ)

اسلام ہی پاکستان کا مستقبل ہے

کسی سازش کو کامیاب نہیں ہونے دیں گے

سید محمد کفیل بخاری

۱۷ جون کو مجلس احرار اسلام پاکستان کے مرکزی رہنما اور ماہنامہ نقیب ختم نبوت کے مدیر سید محمد کفیل بخاری نے دارالعلوم مدرسہ فاروقیہ محلہ امام صاحب میں ختم نبوت کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ حضور خاتم النبیین ﷺ کی ختم نبوت پر ایمان رکھنا ہر مسلمان کا عقیدہ ہے۔ آپ ﷺ کے بعد ہر مدعی نبوت واجب القتل ہے۔ انہوں نے قرآن حکیم اور مسلمان کی ذمہ داری کے حوالہ سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ قرآن حکیم ہمارے لئے مشعل راہ اور دستور حیات ہے۔ جو ہماری زندگی کے تمام مسائل و مشکلات کا حل ہے۔ قرآن حکیم میں موجود احکام پر عمل پیرا ہو کر ہی ہم اپنی زندگیوں کو سنوار سکتے ہیں

سید محمد کفیل بخاری نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان میں مستقبل اسلام کا ہے۔ اس وقت دنیا کے

مختلف خطوں میں اسلامی تحریکیں زور پکڑ رہی ہیں ۔ جبکہ افغانستان میں طالبان کی کامیابی اور وہاں مکمل شرعی نظام کا نفاذ اہل اسلام کے لئے بہت بڑی خوشخبری ہے۔ انہوں نے کہا کہ افغانستان کی اسلامی حکومت کا اخلاقی تعاون ہمارا فرض ہے۔ پاکستان میں نفاذ اسلام کے لئے دینی قوتوں کو طالبان کی جدوجہد سے رہنمائی حاصل کرنا چاہیے۔ انہوں نے مدرسہ کے طلباء کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ آپ ہمارا مستقبل ہیں ۔ آپ ہی پاکستان کے طالبان ہیں اور دینی قوتوں کی امیدیں آپ ہی سے وابستہ ہیں ۔ آپ لادینیت کی یلغار سے مرعوب نہ ہوں ۔ آپ یہ سمجھ لیں کہ مستقبل میں نفاذ اسلام کی تحریک کی قیادت آپ نے کرنی ہے۔ اور اس عظیم تر مقصد کو کامیابی سے ہمکنار کرنا ہے۔ آپ دنیا کے تمام کفریہ نظاموں خصوصاً جمہوریت کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں ۔ اس وقت اسلام کے خلاف کفار و مشرکین کا سب سے بڑا فتنہ جمہوریت ہے۔ اسے تاراج کردو۔

اخبار الاحرار

ابن امیر شریعت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری کا ضلع وہاڑی میں مختلف اجتماعات احرار سے خطاب

مجلس احرار اسلام پاکستان کے مرکزی رہنما اور مدرسہ ختم نبوت مسجد احرار ربوہ کے منتظم، ابن امیر شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم نے ماہ جولائی کے آخر میں ضلع وہاڑی کے مختلف مقامات پر تبلیغی اور تنظیمی اجتماعات سے خطاب کیا۔ پروگرام کے مطابق ۲۵ جولائی کو مدرسۃ العلوم الاسلامیہ گڑھا موڑ میں سیرت النبی ﷺ کانفرنس سے خطاب کیا اور خطبۂ جمعہ ارشاد فرمایا آپ سے قبل مجلس احرار اسلام کراچی کے رہنما مولانا غلام مصطفی، قاری انوار الحق، قاری محمد الیاس اور مولانا محمد اسحق سلیمی نے بھی خطاب کیا جبکہ حافظ محمد اکرم نے نعت پیش کی۔

بعد نماز مغرب مولانا محمد ظفر صاحب کی دعوت پر جامعہ خالد بن ولید ٹھینگی کالونی (وہاڑی) میں حضرت پیر جی نے علماء اور طلباء سے علم دین کی اہمیت اور علماء و طلباء کی ذمہ داریاں کے موضوع پر خطاب کیا جبکہ بعد از عشاء وہاڑی شہر میں میاں سلطان احمد کی رہائش گاہ پر اجتماع احرار سے خطاب کیا۔ اس اجتماع میں مولانا محمد اسحق سلیمی نے بھی تقریر فرمائی۔

۲۶ جولائی کو بورے والا شہر میں احرار کارکنوں سے خطاب کیا اور بعد از عشاء جامع مسجد ڈی بلاک بورے والہ میں مولانا مسعود احمد کی دعوت پر حضرت پیر جی اور مولانا سلیمی نے اجتماع عام سے خطاب کیا۔ ۲۷ جولائی چک نمبر ۲۶۲ (بورے والا) کی مسجد میں درس قرآن کریم ارشاد فرمایا اور ساڑھے آٹھ بجے صبح احرار کارکن عبدالشکور صاحب کے مکان پر کارکنوں سے خطاب کیا۔ بعد از مغرب بستی پیر شاہ، کرم پور میں حضرت پیر جی مدظلہ نے مجلس ذکر کا اہتمام کیا اور بعد از عشاء مولانا محمد اسحق سلیمی، اور حضرت پیر جی نے احرار کارکنوں اور دیگر احباب کے اجتماع سے خطاب کیا۔

۲۸ جولائی کو مدرسہ ختم نبوت نواں چوک، خانیوال روڈ میں طلباء و اساتذہ اور احرار کارکنوں سے خطاب کیا

اس تبلیغی سفر اور تمام اجتماعات میں مولانا محمد اسحق سلیمی، قاری گوہر علی، عبدالشکور، حافظ محمد نعیم، صوفی

ربنواز، حافظ عبدالعلیم اور حافظ محمد اکرم حضرت پیر جی کے ہمراہ تھے اور قافلہ احرار نے تمام مقامات پر مجلس احر
اسلام کی تشکیل اور جماعت میں شمولیت کی دعوت کو خاص طور پر اہمیت دی۔ احرار رہنماؤں نے اپنے خطبات میں
توحید ورسالت، ختم نبوت، قیام حکومت الٰہیہ، تردید جمہوریت اور مجلس احرار اسلام کی دینی وسیاسی خدمات کے
موضوعات پر اظہار خیال کیا۔

حضرت پیر جی مدظلہ کی تبلیغی مصروفیات:

حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ ۳۱ جولائی کو ملتان میں میلاد مصطفی ﷺ کانفرنس سے خطاب کے بعد صبح
لیاقت پور تشریف لے گئے۔ یہاں محترم قاری ظہور الرحیم صاحب کی مسجد میں خطبۂ جمعہ ارشاد فرمایا بعد ازاں ضلع
رحیم یار خان کے مختلف شہروں کا تنظیمی دورہ کریں گے اور احرار کارکنوں سے ملاقاتوں کے علاوہ متعدد اجتماعات
سے بھی خطاب کریں گے۔

مجلس احرار اسلام ملتان کے زیر اہتمام میلاد مصطفی ﷺ کانفرنس:
قائد احرار سید عطاء المحسن بخاری اور دیگر رہنماؤں کا خطاب

مجلس احرار اسلام ملتان کے زیر اہتمام مسجد ختم نبوت دارِ بنی ہاشم میں ۳۱ جولائی بروز جمعرات بعد نماز مغرب میلاد
مصطفی ﷺ کانفرنس منعقد ہوئی۔ جس سے قائد احرار ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری مدظلہ حضرت پیر جی
سید عطاء المہیمن بخاری اور ماہنامہ نقیب ختم نبوت کے مدیر سید محمد کفیل بخاری نے خطاب کیا جبکہ حافظ محمد اکرم
اور حسین اختر نے نعتیں پیش کیں۔ اجلاس ساڑھے دس بجے شب تک جاری رہا اور پونے گیارہ بجے نماز عشاء ادا کی
گئی۔

ترحیم

مسافرانِ عدم

○ لاہور سے ہمارے قدیم رفیق محترم پروفیسر محمد عباس نجمی، محترم پروفیسر محمد عاصم صاحب کی والدہ ماجدہ
گزشتہ دنوں رحلت فرما گئیں۔

○ تلہ گنگ سے ہمارے مہربان حاجی نورزمان، حاجی میاں محمد اور حاجی شیر محمد کے صاحب والد ماجد حاجی شیخ
احمد 110 برس کی عمر میں انتقال کر گئے۔

○ ڈھرنال (تلہ گنگ) سے ہمارے کرم فرما محترم امتیاز صاحب کے چچا عطاء محمد انتقال کر گئے۔

○ چکڑالہ (ضلع میانوالی) سے ہمارے کرم فرما اور معروف صحافی محترم ڈی ایم اعوان کے صاحب جوان سال فرزند
نعیم اختر گزشتہ ماہ انتقال کر گئے۔

○ چنیوٹ سے محترم قاری محمد یامین گوہر کے جوان سال اکلوتے فرزند مولوی حافظ عبدالقادر چند ماہ قبل ایک
حادثہ میں رحلت کر گئے۔

○ مجلس احرار اسلام بہاولنگر کے ناظم حکیم نذیر احمد اجمیری کی اہلیہ انتقال کر گئی ہیں۔

(بقیہ صفحہ ۴۸ پر)

تفسیر انوار البیان اردو

از حضرت مفتی مولانا محمد عاشق الٰہی مدظلہ

سلیس اور عام فہم اردو زبان میں سب سے پہلی مفصل اور جامع تفسیر القرآن بالقرآن تفسیر القرآن بالحدیث کا خصوصی اہتمام دلنشین انداز میں احکام و مسائل اور مواعظ و نصائح کی تشریح اسباب نزول کا مفصل بیان، تفسیر و حدیث اور کتب فقہ کے حوالوں کے ساتھ۔ کامل 9 جلدوں میں، 5 جلدیں شائع ہوچکی ہیں۔ خوبصورت واعلیٰ کاغذ و جلد قیمت فی جلد ۔/۲۵۵ روپے

عربی مطبوعات

نزھۃ الخواطر۔ از علامہ عبدالحی لکھنوی

چار ہزار سے زائد ہستیوں کی شخصیات کا دلاویز مرقع (والد ماجد مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہ)

پاکستان میں پہلی بار کامل آٹھ جلدوں میں شائع ہوچکا ہے۔ قیمت کامل ۔/۱۵۹۰

نسیمۃ الریاض فی شرح الشفاء للقاضی عیاض

کامل چار جلد ۔/۱۲۴۰

لسان المیزان (فی اسماء الرجال) علامہ ابن حجر کامل

سات جلد قیمت ۔/۱۷۲۸

اوجز المسالک شرح مؤطا امام مالک کامل پندرہ جلد ۔/۱۵۰۰ روپے

السنن الکبریٰ بیہقی کامل دس جلد ۔/۲۱۰۰ روپے

السنن الکبریٰ نسائی کامل ۷ جلد ۔/۱۵۰۰ روپے

امانی الاحبار فی شرح معانی الآثار، کامل چار جلد ۔/۹۰۰ روپے

تقریر ترمذی از حضرت تھانوی قیمت ۔/۳۰۰ روپے

دار العلوم دیوبند کی پچاس مثالی شخصیات

از حضرت قاری محمد طیب صاحب قیمت ۔/۷۵ روپے

سیرت اشرف از منشی عبدالرحمن خان دو جلد ۔/۳۰۰ روپے

اصلاح باطن کے لئے

خطباتِ حکیم الامت کا ایک عظیم

انسائیکلوپیڈیا بترتیبِ جدید

دعواتِ عبدیت اور دوسرے سینکڑوں مواعظ کا مجموعہ ۳۲ جلدوں میں تقریباً سولہ ہزار صفحات پر مشتمل خوبصورت جلدیں

دنیا و آخرت جلد ۱	سنت ابراہیم علیہ السلام جلد ۱۷
علم و عمل جلد ۲	مفاسد گناہ جلد ۱۸
دین و دنیا جلد ۳	آداب انسانیت جلد ۱۹
حقوق و فرائض جلد ۴	حقوق الزوجین جلد ۲۰
میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم جلد ۵	تدبیر و توکل جلد ۲۱
نظام شریعت جلد ۶	ذکر و فکر جلد ۲۲
حقیقت عبادت جلد ۷	راہ نجات جلد ۲۳
حقیقت مال و جاہ جلد ۸	موت و حیات جلد ۲۴
فضائل صبر و شکر جلد ۹	حدود و قیود جلد ۲۵
فضائل صوم و صلوٰۃ جلد ۱۰	اصلاح اعمال جلد ۲۶
حقیقت تصوف و تقویٰ جلد ۱۱	فضائلِ علم جلد ۲۷
محاسن اسلام جلد ۱۲	اصلاح ظاہر جلد ۲۸
دعوت و تبلیغ جلد ۱۳	اصلاحِ باطن جلد ۲۹
جزا و سزا جلد ۱۴	خیر الاعمال جلد ۳۰
تسلیم و رضا جلد ۱۵	رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جلد ۳۱
برکات رمضان جلد ۱۶	فہرست عنوانات جلد ۳۲

کامل سیٹ ۲۷ جلد، قیمت: 4419/=

ملفوظات حکیم الامت کامل دس جلد ۔/۱۰۰۵ روپے

اشرف السوانح کامل چار جلد ۔/۶۰۰ روپے

نوٹ: اس اشتہار کی مکمل کتب منگوانے پر خصوصی رعایت دی جائے گی۔

ملنے کا پتہ: ادارہ تالیفات اشرفیہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان پاکستان فون ۴۰۵۰۱، ۵۴۰۵۱۳

ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت ملتان کا

تاریخ ساز

امیرِ شریعت نمبر

(حصہ دوم)

- اردو زبان کے سب سے بڑے خطیب کے سوانح و افکار
- ایک تاریخ ✿ ایک دستاویز ✿ ایک داستان ✿ خاندانی حالات

✿ سیرت کے مجلا اوراق ✿ خطابتی معرکے ✿ سیاسی تذکرے

✿ بزم سے لیکر رزم اور منبر و محراب سے لیکر دار و رسن تک

- نصف صدی کے ہنگاموں، جہادی معرکوں، تہذیبی محاربوں، مذہبی سازشوں اور علمی محاذ آرائیوں کی فضا میں ایک آوازِ ہدایت، جو بصیرت، حریت اور بغاوت کا سرچشمہ تھی۔
- خوبصورت سہ رنگا سرورق **576** صفحات
- قیمت **300** روپے

مستقل سالانہ خریداروں کے لئے خاص رعایت

صرف **200** روپے پیشگی منی آرڈر بھیج کر نمبر حاصل کریں۔

ترسیل زر کے لئے: سید محمد کفیل بخاری

مدیر مسئول، ماہنامہ نقیب ختمِ نبوت، دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان۔ فون: ۵۱۱۹۶۱